# سیرت

# حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مرتب

مولانا نظام الدین قاسمی، سیتامڑھی

استاذ جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا

# فہرست عناوین


| صفحہ | عناوین | نمبر شمار |
|---|---|---|
| ۴ | ہمارے نبی حضرت محمد (ﷺ) کی ولادت باسعادت | (۱) |
| ۴ | آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش | (۲) |
| ۵ | آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندانی سلسلہ | (۳) |
| ۶ | آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن | (۴) |
| ۶ | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر شام | (۵) |
| ۷ | حضرت خدیجہؓ سے نکاح | (۶) |
| ۸ | ازواج مطہرات | (۷) |
| ۸ | نبوت سے پہلے حضور (ﷺ) کے اخلاق اور تعلقات | (۸) |
| ۱۰ | خانۂ کعبہ کی تعمیر اور آپ (ﷺ) کا بہترین فیصلہ | (۹) |
| ۱۰ | نبوت | (۱۰) |
| ۱۱ | تبلیغ اور دعوتِ اسلام | (۱۱) |
| ۱۲ | دشمنوں کا ظلم | (۱۲) |
| ۱۲ | چچا ابوطالب کی حمایت | (۱۳) |
| ۱۳ | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بائیکاٹ | (۱۴) |
| ۱۴ | عَامُ الحُزْن (غم کا سال) | (۱۵) |
| ۱۴ | سفرِ طائف | (۱۶) |
| ۱۵ | ہجرتِ حبشہ | (۱۷) |
| ۱۷ | مدینہ میں اسلام کی کرَن | (۱۸) |
| ۱۸ | ہجرتِ مدینہ | (۱۹) |

| | |
|---|---|
| (۲۰) مسجد نبوی کی تعمیر | ۲۰ |
| (۲۱) اذان کی ابتدا | ۲۰ |
| (۲۲) جہاد کی اجازت | ۲۱ |
| (۲۳) غزوۂ بدر (۲/ھ) | ۲۲ |
| (۲۴) جنگِ غطفان (۳/ھ) | ۲۲ |
| (۲۵) غزوۂ احد (۳ھ) | ۲۳ |
| (۲۶) حضور ﷺ کے قتل کی سازش (۴/ھ) | ۲۴ |
| (۲۷) غزوۂ خندق (۵/ھ) | ۲۵ |
| (۲۸) صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان (۶/ھ) | ۲۵ |
| (۲۹) بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط | ۲۷ |
| (۳۰) غزوۂ خیبر اور عمرۃ القضا (۷/ھ) | ۲۸ |
| (۳۱) جنگ موتہ (۸/ھ) | ۲۸ |
| (۳۲) فتحِ مکہ (۸/ھ) | ۲۹ |
| (۳۳) جنگِ حُنین (۸/ھ) | ۳۰ |
| (۳۴) غزوۂ طائف (۸/ھ) | ۳۱ |
| (۳۵) غزوۂ تبوک (۹/ھ) | ۳۲ |
| (۳۶) وفود کی آمد (۹/ھ) | ۳۲ |
| (۳۷) حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حج | ۳۳ |
| (۳۸) حَجّۃ الوداع | ۳۳ |
| (۳۹) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات | ۳۶ |
| (۴۰) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات | ۴۱ |

# ہمارے نبی حضرت محمد (ﷺ) کی ولادت باسعادت

ہمارے ملک ہندوستان سے مغرب کی طرف ایک ملک ہے، اس کا نام عرب ہے۔ اس ملک میں ایک بڑا شہر ہے، یہیں اللہ کا گھر ہے جسے کعبہ شریف کہتے ہیں، اس شہر کا نام مکہ ہے۔ اس شہر میں ہزاروں سال سے ہزاروں آدمی ہر سال حج کرنے جاتے ہیں۔ یہیں ایک بہت شریف اور عزت والے گھرانے میں ہمارے پیارے نبی ﷺ پیر کے دن ۱۲/ربیع الاول کو صبح کے وقت پیدا ہوئے، شمسی مہینے اپریل کی ۲۲/تاریخ تھی، اور سال ۵۷۱ء تھا، اسی سال آپ ﷺ کی ولادت سے ۵۰/روز قبل اصحابِ فیل کا واقعہ پیش آیا۔ آپ کی پیدائش سے سب گھر والوں کو بڑی خوشی ہوئی، آپ ﷺ کے چچا ابولہب نے آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں اپنی باندی ثویبہ کو آزاد کر دیا۔

# آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش

ولادت کے ساتویں دن آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے آپ ﷺ کا عقیقہ کیا اور ''محمد'' نام رکھا۔ والدہ ماجدہ نے ''احمد'' نام رکھا، ولادت کے بعد آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے سات روز دودھ پلایا، پھر سات دن ثویبہ نے دودھ پلایا۔ ثویبہ کے بعد حلیمہ سعدیہؓ نے دو برس دودھ پلایا، اُس زمانے میں قاعدہ یہ تھا کہ عرب کے شریف گھرانوں کے بچے دیہات میں پرورش پاتے تھے، دیہات سے عورتیں آتیں، اور شریف گھرانے کے بچوں کو پالنے اور دودھ پلانے کے لیے اپنے ساتھ اپنے گھروں کو لے جاتیں، انہی عورتوں میں سے ایک جن کا نام حلیمہ تھا اور جو ہوازن کے قبیلے اور سعد کے خاندان سے تھیں، مکہ آئیں اور آپ ﷺ کو پرورش کے لیے اپنے قبیلے میں لے گئیں۔ اس دو سال میں حضرت حلیمہ نے اپنے یہاں بڑی خیر

وبرکت دیکھی، دوسال کے بعد آپ ﷺ کو لے کر حضرت آمنہ کے پاس مکہ آئیں، اس وقت مکہ میں کوئی وبا (بیماری) پھیلی ہوئی تھی، اس لیے وبا کے بہانے حضرت آمنہ سے اجازت لے کر پھر آپ کو اپنے گھر لے آئیں اور پھر تین برس پرورش کی، پانچ برس آپ ﷺ حضرت حلیمہ کے گھر رہے پھر آپ کو بی بی حلیمہ والدہ ماجدہ کے پاس مکہ پہنچا گئیں، پھر ماں نے آپ ﷺ کی پرورش کی، آپ کی عمر ابھی ۶/ برس کی تھی کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا مقامِ ابوا میں (۳۰/سال کی عمر میں انتقال) ہوگیا، والد ماجد عبداللہ کا انتقال جب آپ ماں کے پیٹ ہی میں تھے تو ۲۵/ سال کی عمر میں مدینہ میں ہو چکا تھا۔ والدہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی پرورش اُم ایمن نے کی جو حضور ﷺ کی باندی تھیں، آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب ذمہ دار تھے، بڑی شفقت ومحبت سے دادا عبدالمطلب نے دو برس آپ ﷺ کی پرورش کی جب آٹھ سال دو ماہ دس دن کے ہوئے تو ۸۲/ برس کی عمر میں عبدالمطلب بھی انتقال کر گئے مرتے وقت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو اپنے سب سے ہونہار بیٹے ابوطالب کے سپرد کیا۔ ابوطالب نے آپ ﷺ کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھا، اور ہر طرح سے آپ ﷺ کی تربیت کی، ہمیشہ ساتھ رکھتے، مرتے دم تک تربیت وکفالت (پرورش) کا پورا پورا حق ادا کیا۔

## آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندانی سلسلہ

آپ ﷺ کا خاندانی سلسلہ تمام دنیا سے زیادہ شریف اور پاک ہے، آپ کا سلسلۂ نسب والد ماجد کی طرف سے اس طرح ہے، محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مُناف بن قُصیٔ بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کِنانہ بن خزیمہ بن مُدرکہ بن الیاس بن مُضر بن نزار بن معد بن عدنان، اور والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ ﷺ کا نسب یہ ہے محمد بن آمنہ بنت وَہَب بن عبد مناف بن زُہرہ بن کِلاب، کِلاب پر پہنچ

کر دونوں سلسلۂ نسب ایک ہو جاتا ہے۔

آپ ﷺ کے والد ماجد کا نام عبداللہ اور والدہ محترمہ کا نام آمنہ تھا، دادی کا نام فاطمہ اور نانی کا نام برّہ تھا، آپ ﷺ کے کُنبہ (گھرانے) کو بنو ہاشم، اور آپ ﷺ کی برادری کو قریش کہا جاتا تھا، آپ ﷺ کے دادا کا نام عبدالمطلب اور چچا کا نام ابو طالب تھا، آپ ﷺ ماں باپ کے اکلوتے تھے۔ آپ ﷺ کے نو یا بارہ چچا اور چھ پھوپھیاں تھیں۔

## آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن

آپ ﷺ ذہین، سمجھ دار، نیک طبیعت، صابر اور خود دار تھے، آپ ﷺ کے اندر سنجیدگی اور متانت (بردباری) پائی جاتی تھی، سچائی، امانت داری، ادب، تعظیم، تہذیب، آپ ﷺ کی طبیعت میں داخل تھی، کھیل کود کی طرف بالکل توجہ نہ تھی، شرم وحیا کی یہ حالت تھی کہ کبھی آپ کا ستر نہیں کھل سکتا تھا، کھانا کھانے کے وقت بچے شور وشغب کیا کرتے تھے مگر آپ ﷺ خاموشی سے بیٹھے رہتے، جب آپ ﷺ کے چچا ابو طالب بلاتے اس وقت آپ دسترخوان پر تشریف لا کر کھانا کھاتے، جیسا کھانا ہوتا اس پر کبھی ناک نہ چڑھاتے، جب سے حضور ﷺ سمجھ دار ہوئے، اُسی وقت سے بازو سے کما کر زندگی بسر کرنے کا شوق تھا، کسی دوسرے پر اپنا بوجھ ڈالنا ہرگز گوارہ نہ ہوتا تھا۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر شام

آپ ﷺ نے ملک شام کا دو مرتبہ سفر کیا۔ پہلا سفر ۱۲/ برس کی عمر میں جب کہ آپ کے چچا ابو طالب بغرض تجارت ملک شام جا رہے تھے۔ اور دوسرا سفر بغرضِ تجارت ۲۵/ سال کی عمر میں کیا جب کہ بی بی خدیجہؓ نے اپنے تجارتی قافلہ کا منیجر بنا کر بھیجا تھا دونوں سفروں میں عیسائی

راہبوں سے ملاقات ہوئی اور دونوں نے آپ ﷺ کے اندر نبوت کی علامتیں پا کر آپ ﷺ کو نبوت کی بشارت دی۔

## حضرت خدیجہؓ سے نکاح

قریش میں خدیجہ نام کی ایک دولت مند بی بی تھیں، اُن کے پہلے شوہر مر گئے تھے، اور اب وہ بیوہ تھیں، وہ اپنا سامان دوسروں کو دے کر اِدھر اُدھر بھیجا کرتی تھیں، اُنہوں نے ہمارے حضرت ﷺ کی ایمان داری اور سچائی کی تعریف سنی تو آپ ﷺ کو بلوا کر کہا کہ آپ ﷺ میرا سامان لے کر تجارت کیجیے، میں جتنا نفع دوسروں کو دیتی ہوں اُس سے زیادہ آپ کو دوں گی، آپ ﷺ راضی ہو گئے اور ان کا سامان لے کر ملک شام گئے۔ بی بی خدیجہؓ نے اپنے غلام میسرہ کو بھی آپ کے ساتھ کر دیا، اس تجارت میں خاصہ نفع ہوا، واپس آئے تو بی بی خدیجہؓ آپ ﷺ کے کام سے بہت خوش ہوئیں، سفر سے واپس آئے، تین مہینے گزرے تھے کہ بی بی خدیجہؓ نے آپ ﷺ کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، اس وقت آپ ﷺ کی عمر پچیس (۲۵) برس اور بی بی خدیجہؓ کی چالیس (۴۰) برس تھی۔

پھر بھی آپ ﷺ نے خوشی سے اُس پیغام کو قبول کر لیا، اور چند روز کے بعد نہایت سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ یہ تقریب انجام پا گئی، آپ کے چچا ابو طالب اور حمزہؓ اور خاندان کے دوسرے بڑے دلہن کے مکان پر گئے، ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور پانچ سو درہم مہر قرار پایا، پچیس برس آں حضور ﷺ کے نکاح میں رہیں، سب سے پہلے ایمان لائیں، ۶۵ ر برس کی عمر میں شوال ۱۰ ر نبوی میں فوت ہو کر مقام حجون میں مدفون ہوئیں، جب تک زندہ رہیں آپ ﷺ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔

آں حضور ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہؓ سے ہیں، علاوہ ایک صاحبزادہ کے، تفصیل

یہ ہے: (۱) پہلے لڑکے حضرت قاسم، انہیں کے نام پر آں حضورﷺ کی کنیت ''ابو القاسم'' ہے (۲) حضرت عبد اللہ، لقب طیب وطاہر (۳) حضرت ابراہیم، ماریہ قبطیہ کے بطن سے جمادی الاولیٰ ۹ ھ میں پیدا ہوئے، سبھی صاحبزادے ایک ڈیڑھ سال میں گزر گئے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ (۱) حضرت زینبؓ (۲) حضرت رقیہؓ (۳) حضرت ام کلثومؓ (۴) حضرت فاطمہؓ آں حضورﷺ کی نسل انہیں سے چلی۔

## ازواج مطہرات

آں حضورﷺ کی کل ازواج گیارہ تھیں۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت خدیجہؓ (۲) حضرت سودہؓ (۳) حضرت عائشہؓ (۴) حضرت حفصہؓ (۵) حضرت زینب بنت خزیمہؓ (۶) حضرت ام سلمہؓ (۷) حضرت زینب بنت جحشؓ (۸) حضرت جویرہؓ (۹) حضرت ام حبیبہؓ (۱۰) حضرت صفیہؓ (۱۱) حضرت میمونہؓ۔ ان میں صرف حضرت عائشہؓ کنواری تھیں اور باقی سب بیوہ تھیں۔

## نبوت سے پہلے حضور (ﷺ) کے اخلاق اور تعلقات

حضورﷺ کی ساری زندگی بہترین اخلاق کا خزانہ تھی۔ سچائی، دیانت داری، رحم، سخاوت، وفاداری، وعدہ کی پابندی، بزرگوں کی عظمت، چھوٹوں پر شفقت، رشتہ داروں سے محبت، دوستوں کی ہمدردی، اعزہ (رشتہ دار) کی غم خواری، مخلوقِ خدا کی خیر خواہی، غرض تمام اچھی باتوں میں حضورﷺ کو وہ مرتبہ عطا کیا گیا تھا کہ ناممکن ہے کوئی اس کی گرد کو بھی پہنچ سکے، بہترین اخلاق ہی کا اثر تھا کہ لوگ ادب کے باعث نام نہیں لیتے تھے، صادق اور امین حضورﷺ کا لقب مقرر کر رکھا تھا، متانت (سنجیدگی) کم بولنا، بے فائدہ بات سے نفرت کرنا، خندہ پیشانی اور ہنسی خوشی لوگوں سے ملنا، سادگی اور صفائی سے بات کرنا حضورﷺ کا خاص شیوہ (طور طریق) تھا۔

خدا وند عالم نے آپ ﷺ کو لڑکپن ہی میں تمام بُری باتوں سے محفوظ رکھا، جو اُس زمانے میں رواج پائی ہوئی تھیں، حرص وطمع (لالچ) دغا فریب (دھوکہ) جھوٹ، شراب، زنا، ناچ گانا، لوٹ، چوری، بت پرستی، بتوں کے نام کی چیزیں کھانا، بتوں پر چڑھاوا، شعر گوئی، عشق بازی، یہ تمام باتیں جو اُس زمانے میں گویا ہر ایک کی گھٹی (فطرت) میں ہوتی تھیں، حضور کی ذات گرامی اِن سب سے بالکل پاک اور صاف رہی، اسی وجہ سے حضور کو معصوم (یعنی گناہوں سے بچے ہوئے) کہتے ہیں، اور لُطف یہ ہے کہ نہ حضور ﷺ نے کوئی کتاب پڑھی نہ کسی سے مرید ہوئے، نہ کسی نے حضور کی باقاعدہ تربیت کی، یہ تمام خوبیاں خداداد (خدا کی دی ہوئی) تھیں۔

ہمارے آقا ﷺ نے ہمیشہ قوّتِ بازو سے کما کر زندگی بسر کی۔ حضور ﷺ کی اہلیہ (بیوی) حضرت خدیجہؓ کے پاس بہت کچھ دولت تھی، انھوں نے اس تمام دولت کو اسلام اور مسلمانوں کی امداد میں لٹا دیا مگر رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی اپنے خرچ و اخراجات میں بیوی کا احسان سر پہ نہیں لیا، لکڑیاں چُن کر، پھاوڑا چلا کر، بکریاں چرا کر بسر اوقات (گزر بسر) کرنا حضور ﷺ کو آسان تھا مگر کسی کا احسان سر پہ لینا مشکل، اگر خدانخواستہ بیوی کا مال حضور ﷺ اپنے صرف (خرچ) میں لائے ہوتے تو قریش کے کافر آسماں سر پر اٹھا لیتے (یعنی شور ہنگامہ کرتے) وہ تو رات دن اسی تلاش میں رہا کرتے تھے کہ بدنام کرنے کی کوئی چیز ہمارے ہاتھ لگ جائے، اور بیوی کے مال سے خرچ کرنا عرب کے خیال میں بہت بڑا عیب تھا، خلق خدا کی خیر خواہی اور قوم کی خدمت اور ہمدردی کی فکر حضور ﷺ کو ہمیشہ رہا کرتی تھی اپنے زمانہ والوں کی حالت پر پوری دردمندی کے ساتھ اکثر غور فرمایا کرتے۔

## خانۂ کعبہ کی تعمیر اور آپ (ﷺ) کا بہترین فیصلہ

مکہ میں سیلاب آیا جس کے سبب سے خانۂ کعبہ منہدم (گر گیا) ہوگیا، قریش نے دوبارہ تعمیر کا ارادہ کیا، چوں کہ یہ چیز شہرت اور ناموری کی تھی، تمام قبیلوں نے اِس میں حصہ لیا، جب حجرِ اسود کو دیوار میں چُننے کی نوبت آئی، اور یہ کام بہت بڑی عزت کا تھا، اس وجہ سے ہر قبیلے والے دعویٰ کرنے لگے کہ یہ عزت ہم کو ملنی چاہیے، اِس کے مستحق ہم ہیں اور یہ معاملہ اتنا بڑھا کہ باقاعدہ جنگ کے لیے آمادگی ظاہر ہونے لگی، قریش کے نیک دل اور سنجیدہ آدمیوں نے چاہا کہ یہ معاملہ نرمی سے طے ہوجائے اور اُس میں خون بہنے کی نوبت نہ آئے۔ چناں چہ مشورہ کے لیے خانۂ کعبہ کے احاطے میں جس کو آج کل مسجد حرام کہتے ہیں جمع ہوئے اور غور وفکر کے بعد یہ طے ہوا کہ جو شخص سب سے پہلے مسجد کے اس دروازے میں داخل ہو، وہ اس معاملے کا فیصلہ کرے گا، حسن اتفاق سے مجمع کی نظر سب سے پہلے جس پر پڑی وہ سرورِ عالم ﷺ کا چہرۂ انور تھا، سب خوش ہوکر بول اٹھے یہ امین ہیں، صادق ہیں، عرب کے بہترین شخص ہیں، خوب تشریف لائے، بہترین فیصلہ یہی فرما سکتے ہیں، چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ حضور ﷺ کے سامنے معاملہ پیش کیا گیا، حضور ﷺ نے چادر پھیلا کر حجرِ اسود کو اپنے دست مبارک سے چادر میں رکھ دیا اور فرمایا: ”ہر قبیلہ کے منتخب آدمی چادر کو اٹھائیں جب حجرِ اسود بنیاد تک پہنچ گیا، حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اُس کو اٹھا کر دیوار میں نصب فرمادیا جس وقت یہ واقعہ پیش آیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۵/برس کی تھی۔

## نبوت

آں حضور ﷺ زیادہ تر تنہائی پسند فرماتے، مکہ مکرمہ سے تین میل پر غارِ حرا میں کھانا پینا لے جا کر اعتکاف کرتے، عبادت، ذکر، مراقبہ میں مشغول رہتے، جب نبوّت کا زمانہ قریب آیا تو کثرت سے آپ ﷺ کو سچے خواب نظر آنے لگے، انبیائے کرام کو پہلے سے خواب دکھائے

جاتے ہیں، جب دل مطمئن ہو جاتے ہیں تو بیداری میں ان پر وحی نازل ہوتی ہے، جب آپ ﷺ چالیس برس کے ہوئے تو دوشنبہ ۹ / ربیع الاول، ۹ / فروری ۶۱۰ ء کو غار حرا میں جبرئیلؑ امین پہلی وحی اقرأ باسم ربک الذي خلق لے کر آئے، دوسرے قول کے مطابق چالیس سال ۶ ماہ کی عمر میں ۱۷ / رمضان، ۱۳ / اگست ۶۱۰ ء کو غار حرا میں آپ ﷺ کو نبوت ملی۔

## تبلیغ اور دعوتِ اسلام

حضور ﷺ نے خدا کے حکم کے مطابق اوّل پوشیدہ طور پر اسلام کی دعوت کا آغاز فرمایا، تین سال بعد جب علانیہ دعوت کا حکم نازل ہوا تو آں حضور ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر قبائل کو پکارا، لوگ جمع ہوئے تو فرمایا میں تمہارے واسطے دنیا و آخرت کی خبر لایا ہوں، اگر اپنے باطل عقائد سے باز نہ آئے تو تم پر سخت عذاب آنے والا ہے، اتنا سننا تھا کہ سارے کفار سخت مخالفت وعداوت پر آمادہ ہوگئے، حضور ﷺ کا چچا ابولہب کھڑا ہوا اور للکارا ''تَبًّا لَکَ یَا مُحَمَّد! اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا '' تو برباد ہو، کیا اسی واسطے ہمیں اکٹھا کیا تھا؟ معاذ اللہ، اس کے بعد کفار نے وہ تکلیفیں حضور ﷺ کو اور آپ کے ساتھیوں کو پہنچائیں کہ اُن کے سننے سے رونگنے کھڑے ہو جاتے ہیں، آپ کی خفیہ تبلیغ سے سب سے پہلے مسلمان ہونے والے مردوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، عورتوں میں حضرت خدیجہؓ، لڑکوں میں حضرت علیؓ اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثہؓ شامل ہیں، پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کوشش سے حضرت عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ بن عبداللہ اور سعد بن وقاص رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے۔

## دشمنوں کا ظلم

جب آپ ﷺ نے دین اسلام کی کھلم کھلا تبلیغ شروع کی تو سارے کفار آپ کے سخت

مخالف ہوگئے اور طے کیا کہ آں حضور ﷺ اور مسلمانوں پر اتنے شدید مظالم ڈھائے جائیں کہ آپ ﷺ تبلیغِ اسلام چھوڑ دیں اور مسلمان اسلام ترک کر کے اپنے آبائی مذہب کی طرف پلٹ جائیں۔ کفار آپ ﷺ کو گالیاں دیتے، آپ ﷺ کے اوپر مٹی ڈالتے، راستے میں کانٹے ڈال دیتے، سر اور آنکھ کے اشارے سے مٹکاتے، مذاق اڑاتے، قہقہہ لگاتے، ابولہب پیچھے سے پتھر مارتا رہتا، کبھی لڑکوں کا غول ساحر، کاہن اور مجنوں کہتا ہوا پیچھے پیچھے چلتا، ایک بار اونٹ کی اوجھڑی پشتِ مبارک پر ڈال دی، جن کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آ کر اتارا، ایک بار قریش نے آپ ﷺ کو مارتے مارتے بے ہوش کر دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آ کر بچایا، عقبہ بن معیط نے نماز کی حالت میں گلے میں کپڑا ڈال کر اِس زور سے کھینچا کہ دَم گھٹنے لگا، ابولہب اور عقبہ آپ ﷺ کے دروازے پر نجاست ڈالا کرتے، یہی معاملہ مسلمانوں کے ساتھ ہوتا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اُن کا آقا امیہ بن خلف سخت ترین تکلیفیں دیتا، حضرت یاسر، حضرت عمار، حضرت صہیب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قریش مارتے مارتے بے ہوش کر دیتے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کے چچا بورے میں لپیٹ کر دھواں دیتے، مسلمانوں کی آنکھیں پھوڑ دیا کرتے، ڈھیلوں سے مار کر لہولہان کر دیا کرتے تھے۔

## چچا ابوطالب کی حمایت

آپ ﷺ کے اعلانیہ تبلیغ سے سارے کفار سخت مخالفت وعداوت پر اتر گئے تو ابوطالب نے آپ ﷺ کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ ابوطالب سے مقابلہ کی کسی میں ہمت نہ تھی، آں حضور علانیہ تبلیغ فرماتے رہے، سردارانِ قریش کا ایک وفد ابوطالب کے پاس آیا اور کہا کہ تمہارے بھتیجے ہمارے مذہب کو اور معبودوں کو بُرا کہتے ہیں، ہمارے آباواجداد کو گمراہ کہتے ہیں، یا تو ان کی حمایت چھوڑ دو یا اُن کو روکو، ابوطالب نے نرمی سے سمجھا کر لوگوں کو رخصت کر دیا، نبئ پاک

صلی اللہ علیہ وسلم برابر تبلیغِ اسلام میں لگے رہے، اِس دوران بہت سے افراد مشرف باسلام بھی ہوئے۔ کافروں سے یہ دیکھا نہ گیا چناں چہ دوبارہ ابوطالب کے پاس آئے اور کہا کہ اب ہم برداشت نہیں کر سکتے ،اگر آپ ﷺ باز نہ آئے تو ہم لڑ کر ہلاک ہو جائیں یا آپ ﷺ کو ہلاک کر دیں گے۔ غصہ میں یہ کہہ کر چلے گئے ،ابوطالب پریشان ہو گئے ،آں حضور ﷺ کو بلا کر کہا کہ مجھ پر نا قابلِ برداشت بوجھ نہ ڈالو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں ماہتاب رکھ دیں تو بھی میں یہ کام ہرگز نہ چھوڑوں گا، یا اللہ کا دین غالب ہو گا یا میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ یہ کہہ کر ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اٹھ گئے، ابوطالب نے اپنے پیارے بھتیجے کا اتنا مضبوط ارادہ دیکھا تو کہا، اچھا جاؤ! تم اپنا کام کرو جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کوئی کچھ نہ کہہ سکے گا۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بائیکاٹ

دن بدن مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے کفار میں بے چینی پیدا ہو گئی، انہوں نے محرم ۷ نبوی، اکتوبر ۶۱۵ء میں آپ ﷺ کے قتل کا اور آپ ﷺ کے خاندان کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا، تمام قبائل نے معاہدہ کیا کہ جب تک محمد ﷺ کو قتل کے لیے ہمارے حوالہ نہ کیا جائے، بنی ہاشم اور ان کے حامیوں کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے، معاہدہ منصور بن عکرمہ نے لکھا، اس کا ہاتھ فوراً شل ہو گیا، عہد نامہ خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا ابو طالب تمام بنی ہاشم اور بنی مطلب کو لے کر تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہے لوگ کیکر کے پتے کھاتے، بچے بھوک سے بلبلاتے، سنگدل کفار سن کر خوش ہوتے اس حالت محصوری میں بھی آں حضور ﷺ فریضۂ تبلیغ کرتے رہے، یہ ظالمانہ بائیکاٹ ختم کرنے کے لیے زہیر بن امیہ نے دار الندوہ میں بات اٹھائی، کچھ لوگوں نے موافقت کی اور ابوجہل نے سخت

مخالفت کی، ابو طالب نے کہا میرے بھتیجے کا بیان ہے کہ عہد نامہ کو کیڑے کھا چکے ہیں، صرف اللہ کا نام بچا ہے، اگر یہ صحیح ہو تو معاہدہ ختم کرو، غلط ہو تو میں محمد ﷺ کو تمہارے حوالہ کردوں، لوگوں نے قبول کیا، مطعم بن عدی صحیفہ اتار لائے جسے کیڑے کھا چکے تھے، صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا تھا، دیکھ کر سب شرمندہ ہو گئے، اور تین برس کی محصوری (بائیکاٹ) کا خاتمہ ہو گیا، اس وقت حضور ﷺ کی عمر انچاس (۴۹) برس اور ۱۰؍نبوی تھا۔

# عَامُ الحُزْن (غم کا سال)

شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد شوال ۱۰ نبوی اپریل ۶۱۹ء میں ابو طالب فوت ہو گئے، جو آں حضور ﷺ کے زبردست حامی و مددگار تھے، پھر تین یا پانچ روز بعد حضرت خدیجہ ؓ رحلت (انتقال) کر گئیں، جو پچیس سال تک بہت بڑی خدمت گزار و غم گسار رفیق حیات رہیں، ان دو کی وفات سے آں حضور ﷺ کو اتنا حزن و ملال ہوا کہ اس سال کا نام ہی عام الحزن پڑ گیا۔

# سفرِ طائف

حضرت خدیجہ ؓ و ابو طالب کی وفات کے بعد قریش اور زیادہ ستانے لگے، آں حضور ﷺ اہل مکہ سے مایوس ہو کر اسلام کی دعوت دینے طائف تشریف لے گئے، مکہ سے چالیس میل کے فاصلے پر طائف کا سرسبز و شاداب شہر تھا جہاں قبیلہ بنی ثقیف آباد تھا، ۱۶؍جون ۶۱۹ء کو زید بن حارثہ ؓ کو ساتھ لے کر گئے اور وہاں کے رئیسوں کو اسلام کی دعوت پیش کی مگر افسوس کہ ان میں سے ایک نے بھی اس کو قبول نہیں کیا، اسی پر بس نہیں کیا بل کہ اوباشوں (شریروں) کو آپ کے پیچھے لگا دیا جو تین میل تک تالیاں بجاتے، ہنستے اور آپ ﷺ پر پتھر پھینکتے رہے، پائے مبارک لہو

لہان ہوگئے، زخم سے چور ہوکر آپ ﷺ بیٹھ جاتے تو یہ ظالم بازو پکڑ کر کھڑا کر دیتے۔ زید بن حارثہؓ بھی زخمی ہوگئے، راستہ میں عتبہ اور شیبہ کے باغ میں پناہ لی، ان کو رحم آیا، اپنے غلام عدّاس سے انگور بھیجا، آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا، عدّاس نینوا کا باشندہ عیسائی تھا آپ کا کلام سن کر مسلمان ہوگیا، عتبہ وشیبہ نے کہا تمہارا دین ان کے دین سے بہتر ہے، عدّاس نے کہا وہ پوری دنیا کے رسول ہیں، آپ ﷺ رنجیدہ طائف سے واپس ہوئے، مقام قرن الثعالب میں بحکم خدا پہاڑوں کا فرشتہ آیا اور کہا اگر آپ حکم دیں تو ان دو پہاڑوں کو ملا دوں، جن کے درمیان مکہ اور طائف ہیں یہ سب ہلاک ہوجائیں، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، امید ہے کہ ان کی نسل سے خدا کی عبادت کرنے والے پیدا ہوں گے۔

اہلِ مکہ وطائف کی مخالفت دیکھ کر آں حضور ﷺ اطراف کے قبائل کی طرف متوجہ ہوئے، ایام حج میں بہت سے قبائل منیٰ میں جمع ہوتے، آں حضور ﷺ ایک ایک قبیلہ پر اسلام پیش کرتے، عرب کے مختلف بازاروں عُکاظ، ذوالمجاز اور ذوالمجنہ میں جا کر دعوت دیتے، مدینہ سے آئے ہوئے قبیلہ اوس وخزرج سے بھی ملے، یہ لوگ اسلام کی طرف مائل ہوئے اور حمایت کا وعدہ کیا۔

## ہجرت حبشہ

قریش کے مظالم ناقابل برداشت ہوگئے تو آں حضور ﷺ نے اپریل ۶۱۴ء میں مسلمانوں کو حبشہ جانے کا حکم فرمایا (حبشہ افریقہ کا ایک ملک ہے) وہاں کا بادشاہ عیسائی اور بڑا نیک آدمی تھا اور وہاں کے بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا تھا۔ پہلی مرتبہ گیارہ مرد اور پانچ عورتیں حبشہ کے لیے روانہ ہوئے، ان کے سردار حضرت جعفر بن ابی طالب تھے، کفار کے ظلم وستم کو دیکھتے ہوئے پہلی ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد آں حضور ﷺ کے حکم سے چھیاسی مرد اور سترہ عورتیں ہجرت

کر کے حبشہ گئے، قریش کا غم وغصہ بہت بڑھ گیا کہ سیکڑوں مسلمان حبشہ چل کر آرام سے رہنے لگے تو عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو بیش قیمت تحائف کے ساتھ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو واپس کر دے، نجاشی نے کہا کہ میں بلا تحقیق کیے ان کو تمہارے حوالہ نہیں کر سکتا، مسلمانوں کو دربار میں بلایا جن میں حضرت جعفر بن ابی طالب بھی تھے۔ بادشاہ نے پوچھا، تم نے کون سا نیا دین اختیار کر رکھا ہے؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم جاہل، بت پرست، مردار خور، سخت بے حیا، پڑوسیوں کو ستانے والے، قطع رحمی کرنے والے اور کم زوروں کو کھا جانے والے تھے، اللہ نے ہم میں ایک نبی بھیجا۔ اس نے بتایا کہ ایک خدا کو مانو، بت پرستی چھوڑ دو، سچ بولو، خون ریزی نہ کرو، یتیموں کا مال نہ کھاؤ، ہمسایوں کو آرام پہنچاؤ، پاک دامن عورت پر تہمت نہ لگاؤ، حرام سے بچو اور نماز پڑھو، ہم اس پر ایمان لائے تو ہماری قوم دشمن ہو گئی، ہم پر اتنا ظلم ڈھایا کہ وطن چھوڑ کر آپ کی پناہ میں آنا پڑا، نجاشی نے کہا جو کلام نبی ﷺ پر اترا کچھ سناؤ، حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی آیتیں پڑھیں، نجاشی اور درباریوں کے آنسو بہہ پڑے، نجاشی نے وفد قریش کے تمام تحائف واپس کر دیئے، اور کہا میں ان مسلمانوں کو تمہارے حوالہ نہیں کروں گا، وفد ذلیل و ناکام واپس چلا آیا، جب آں حضور ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی تو اکثر مسلمان حبشہ سے مدینہ آ گئے، پھر ۷ھ میں فتح خیبر کے وقت حضرت جعفرؓ باقی لوگوں کے ساتھ مدینہ آئے، نجاشی نے ہدیہ، توشۂ راہ اور ایک قاصد ہمراہ کر دیا اور کہلایا کہ میں آں حضور ﷺ پر ایمان لایا، آپ ﷺ میری مغفرت کی دعا فرمائیں، آں حضور ﷺ نے دعا فرمائی، سارے صحابہ نے آمین کہی۔

## مدینہ میں اسلام کی کرن

جولائی ۶۲۰ء میں مدینہ سے خزرج کے کچھ لوگ حج کے لیے آئے عقبہ منیٰ میں ایک

گھاٹی ہے جو مکہ سے تین میل پر واقع ہے آں حضور ﷺ نے اسی گھاٹی میں ان کو اسلام کی دعوت دی، اوس اور خزرج مدینہ کے دو قبیلے تھے جو آپس میں لڑتے رہتے، اسی طرح مدینہ کے یہودی بھی ان قبیلوں سے اکثر لڑتے رہتے اور لڑائی کے دوران کہتے کہ عنقریب ایک نبی آنے والا ہے اس سے مل کر ہم قوم عاد وارم کی طرح تم کو تباہ کریں گے، اہل خزرج نے آں حضور ﷺ کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ وہی نبی ہیں، پہل کر کے اسی مجلس میں ۶ رمرد مسلمان ہوگئے، اور مدینہ پہنچ کر ہر مجلس میں آپ ﷺ کا ذکر کرنے لگے، ہر گھر میں آپ کا چرچا ہونے لگا چوں کہ پہلی بیعت تھی جو گھاٹی میں ہوئی تھی اس لیے اس کا نام بیعتِ عقبہٗ اولیٰ رکھا گیا۔

دوسرے سال جون ۶۲۱ ءر میں اوس اور خزرج کے ۱۲ر آدمی حج کے لیے گئے، پانچ انہیں میں سے تھے سات ان کے علاوہ ان بارہ نے اسی عقبہ میں آں حضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی، اس دوسری بیعت کو بیعت عقبہٗ ثانیہ کہا جاتا ہے۔ تیسرے سال ذوالحجہ ۱۳ر نبوی، جون ۶۲۲ء میں حج کے لیے ۷۳ر مرد و عورتوں کا قافلہ لے کر مصعب بن عمیرؓ مکہ پہنچے اہلِ مدینہ نے کہا تھا کہ آں حضور ﷺ کو مدینہ آنے کی دعوت دیں، یہ لوگ ۱۳ر ذوالحجہ ۱۳ نبوی کی شب میں منٰی کی گھاٹی میں آپ ﷺ سے ملے، آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ بھی موجود تھے، انہوں نے کہا کہ ہم محمد ﷺ کی حفاظت کرتے ہیں، اگر تمہارے یہاں جائیں تو مرتے دم تک ان کی حفاظت کرسکو تو بہتر ورنہ ابھی جواب دے دو، انصارؓ نے منظور کرلیا، ابوالہیثم بن تیہان نے کہا کہ جب آپ ﷺ کی فتح ہوجائے تو مکہ واپس نہ ہوجائیں، آپ ﷺ نے مسکرا کر فرمایا تم میرے، میں تمہارا پھر خوشی سے تہتر مرد و عورتوں نے بیعت کی۔

## ہجرت مدینہ

قریش کو جب اس بیعت کی خبر ہوئی، تو ان کے غیض و غضب کی کچھ انتہا نہ رہی اس

وقت حضور ﷺ نے صحابۂ کرام کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دیا، صحابہ نے آہستہ آہستہ قریش سے خفیہ ایک ایک دو دو کر کے مکہ معظّمہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ مکہ میں آں حضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ اور تھوڑے سے غیر مستطیع لوگوں کے علاوہ کوئی مسلمان باقی نہ رہا، صدیق اکبرؓ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا تھا، مگر آپ نے ان کو فرمایا کہ ابھی ٹھہرو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہجرت کی اجازت دے دے۔ کفارِ قریش کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو ''دار الندوہ'' میں جمع ہوئے، حضور ﷺ کے متعلق سوچنے لگے کہ کیا کرنا چاہیے؟ کوئی کہتا کہ شہر بدر کیے جائیں، کسی نے رائے دی کہ قید میں رکھے جائیں، ابو جہل نے کہا کہ سب سے زیادہ مناسب یہ ہے کہ آپ کو قتل کر دیا جائے، اِس کمیٹی میں ابلیس بھی ایک بوڑھے شخص کی صورت میں موجود تھا، اس نے کہا کہ بس یہی رائے سب سے اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ اُن سب کی پلاننگ اور منصوبے کی خبر دے دی اور حکم دیا کہ آپ مدینہ ہجرت کر جائیں، چناں چہ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ میرے پاس قریش کی جو امانتیں ہیں صبح ان کو پہنچا دیں اور مدینہ چلے آئیں، اِدھر کفارِ مکہ نے آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا کہ جیسے ہی حضور ﷺ گھر سے نکلیں گے سارے قبیلے مل کر ایک ساتھ اُن پر حملہ کر دیں گے تاکہ کسی ایک پر دیت (جرمانہ) لازم نہ ہو، حضور ﷺ نے ایک مٹھی مٹی لی دشمنوں کے سروں پر پھینکتے ہوئے ان کے سامنے سے گذر گیے اور وہ نہ دیکھ سکے، قریشِ مکہ صبح تک گھر کو گھیرے پڑے رہے، صبح سویرے یہ دیکھ کر حیران رہ گیے کہ محمد ﷺ کے بستر پر محمد ﷺ کے بجائے علی بن ابی طالبؓ ہیں، آں حضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ میں ہجرت کا مشورہ پہلے ہی ہو چکا تھا، دونوں اپنے گھروں سے نکل کر مکہ کے پاس ہی ثور نامی ایک پہاڑ کے غار میں جا کر چھپ گیے، صبح کو کافروں نے آپ ﷺ کو تلاش کرنا شروع کیا اور

ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس غار کے منہ تک آگیے ،حضرت ابوبکرؓ گھبرا کر بولے ، یا رسول اللہ! دشمن اتنے قریب آگیے ہیں کہ اگر وہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھیں تو ہم کو دیکھ لیں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے آں حضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ تین دن تک اسی غار میں رہے،اس دوران حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ قریش کی دن بھر کی خبریں رات میں پہنچا دیا کرتے ،اسماء بنت ابی بکرؓ تازہ کھانا شب میں پہنچا آتیں۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ بکریاں چراتے غار تک جاتے بکریوں کا تازہ دودھ روزانہ دے آتے ،اور شب میں بکریاں اس طرح لاتے کہ حضرت عبداللہؓ حضرت اسماءؓ اور عامر بن فہیرہؓ کے نشانات قدم مٹ جاتے پتہ نہ چلتا کہ ادھر کوئی آدمی گزرا ہے۔حضرت ابوبکرؓ نے عبداللہ بن اُریقط کو رہبری کے لیے اجرت پر مقرر کیا تھا وہ تین روز کے بعد دو اونٹ لے کر آ گیا جن کو چار ماہ سے ببول کی پتیاں کھلا کر حضرت ابوبکر نے تیار کیا تھا۔یکم ربیع الاول ۱ھ ۱۳ستمبر ۶۲۲ء کو چار آدمیوں کا قافلہ،ایک اونٹنی پر آں حضور ﷺ دوسری پر آگے حضرت ابوبکرؓ پیچھے عامر بن فہیرہؓ تیسری اونٹنی پر عبداللہ بن اُریقط غیر معروف راستہ سے آگے آگے چلا منزل بہ منزل راستہ طے کرتے ہوئے ۲۰ر ستمبر ۶۲۲ء کو قبا میں پہنچے، چند روز قیام کر کے جمعہ ۱۲ر ربیع الاول ۱ھ ۲۴ر ستمبر ۶۲۲ء کو مدینہ منورہ تشریف لے جا کر سات ماہ تک حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان پر مقیم رہے، جب مسجد نبوی کے ساتھ ازواج مطہرات کے حجرے تعمیر ہوئے ،تو یہاں منتقل ہوگئے۔

## مسجد نبوی کی تعمیر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں ٹھہرے تھے اسی سے ملی ہوئی نجار کے قبیلے کے دو یتیم بچوں

کی ایک پَرتی (غیر آباد) زمین تھی آپ ﷺ نے اس کو مسجد کے لیے پسند کیا، دونوں یتیموں نے اپنی طرف سے مفت دینی چاہی، مگر آپ ﷺ نے یہ پسند نہیں کیا، ایک انصاری نے قیمت ادا کر دی، زمین برابر کر کے مسجد بننی شروع ہوئی، اس مسجد کے بنانے والے معمار اور مزدور کون تھے؟ خود آپ اور آپ ﷺ کے ساتھی سب نے مل کر ایک کچی سی دیوار اٹھا کر اور اوپر کھجور کے تنے اور پتوں کی چھت بنائی، یہی پہلی مسجد نبوی تھی، مسجد نبوی کے صحن میں ایک چبوترہ بنایا گیا جس کو عربی میں ''صُفّہ'' کہا جاتا ہے، یہ ان مسلمانوں کا ٹھکانا تھا جن کا کہیں ٹھکانا نہ تھا، وہ دن کو جنگل سے لکڑیاں لا کر بیچتے تھے اور اس سے گزر کرتے، یہ حضور ﷺ کے پاس اکثر رہتے تھے، اور آپ ﷺ کے ارشادات کو سن کر یاد رکھتے، کہیں کسی داعی یا مبلغ یعنی اسلام پھیلانے اور سکھانے والے کی ضرورت ہوتی تو انہی میں سے بھیجے جاتے۔

## اذان کی ابتدا

مکہ میں چوں کہ امن وامان نہ تھا، نہ کھل کر نماز پڑھنے کی اجازت تھی اس لیے فرض نماز دو ہی رکعت تھی، مدینہ آ کر جب مسلمانوں نے اطمینان کی سانس لی، اور مذہب کی آزادی ملی تو ظہر، عصر، عشا کی چار چار رکعتیں پوری کی گئیں، مغرب کی تین رہیں، اور فجر میں دو، جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کو مقررہ وقت پر کیسے بلایا جائے؟ چناں چہ آں حضور ﷺ نے اس کے لیے صحابہ کرام سے مشورہ کیا، کسی نے کہا کہ ناقوس (سنکھ، گھنٹہ) بجا دیا جائے، آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا کہ نصاریٰ کی مشابہت ہے، کسی نے کہا بوق (بِگُل یعنی منہ سے بجانے کا آلہ) بجا دیا جائے آپ ﷺ نے فرمایا اس میں یہود کی مشابہت ہے، کسی نے کہا آگ اونچی جگہ پر جلائی جائے آپ ﷺ نے فرمایا یہ مجوس کی مشابہت ہے، کسی نے کہا جھنڈا لہرایا جائے، کوئی بات طے نہ ہوئی، رات میں عبداللہ بن زیدؓ کو خواب میں اذان واقامت بتائی

گئی، صبح آں حضور ﷺ سے خواب بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا سچا خواب ہے، یہ کلماتِ اذان بلالؓ کو بتادیں، ایسا ہی خواب حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ کو بھی دکھایا گیا، اِس طرح اذان کی ابتدا ہوئی۔

## جہاد کی اجازت

مسلمان اپنا وطنِ عزیز چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر آئے تو قریش مکہ نے مدینہ پر حملہ اور مسلمانوں کے اِستیصال (جڑ سے اُکھیڑنا) کا منصوبہ بنایا، پہلے عبداللہ بن اُبی، سردارِ اوس وخزرج وغیرہ کو خط لکھا کہ تم مسلمانوں سے لڑو یا وہاں سے نکال دو، ورنہ ہم اچانک حملہ کر کے تمہارے جوانوں کو قتل اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کرلیں گے، اس کے بعد قریش نے مدینہ کے یہودیوں کو خفیہ طور پر ملالیا، پھر مسلمانوں کو خبر بھیجی کہ ہم مدینہ پہنچ کر تمہارا صفایا کردیں گے، تب ۱۱/صفر ۰۲ھ ۱۴/اگست ۶۲۳ء کو "اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا" کے نزول پر حکم جہاد ہوا، اور مسلمانوں کو ظلم کا جواب دینے کا اختیار ملا۔

جو لڑائی اللہ میاں کے حکم کے مطابق دشمنوں سے کی جاتی ہے اُسے جہاد کہتے ہیں، جن لڑائیوں میں حضور ﷺ خود تشریف لے گئے اُنہیں غزوہ کہتے ہیں اور جن لڑائیوں میں آپ تشریف نہیں لے گئے، بل کہ صرف صحابۂ کرام کو بھیجا ہے، انہیں سریہ کہتے ہیں، ۲۳/مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے گئے ہیں اور ۴۳/لڑائیوں میں صرف صحابۂ کرام کو بھیجا ہے، اس طرح کل ۲۳/غزوے ہوئے اور ۴۳/سریہ ہوئے، یہاں سے بڑی بڑی اور مشہور لڑائیوں کا مختصر حال ذکر کیا جارہا ہے۔

## غزوۂ بدر (۲/ھ)

قریش کے قافلہ کو جو شام سے آرہا تھا، اس کو روکنے کے لیے ۱۲؍رمضان ۰۲ ہجری کو حضور ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے ،لیکن وہ قافلہ راستہ کاٹ کر نکل گیا اور کفار مکہ کا ایک بڑا لشکر مقام بدر پر مقابلے کے لیے آپہنچا، ۱۷؍رمضان ۰۲؍ہجری کو بدر کا مشہور واقعہ پیش آیا، جس میں مسلمان کل تین سو تیرہ (۳۱۳) تھے، جن کے پاس کل دو گھوڑے تھے، اور ستر (۷۰) اونٹ، ایک ایک اونٹ پر کئی کئی آدمی سوار تھے، اور چند تلواریں، دوسری طرف ایک ہزار کے قریب جوان تھے، تمام ساز وسامان سے آراستہ، خداوند قدوس نے اس موقعہ پر مسلمانوں کو بہت بڑی فتح عنایت فرمائی، قریش کے وہ مشہور سردار جنہوں نے ہجرت کے وقت حضور ﷺ کے قتل کا مشورہ دیا تھا جن کی تعداد چودہ تھی، ان میں سے گیارہ مارے گئے، جن میں ابو جہل بھی تھا، ۵۹؍ آدمی ان کے علاوہ مارے گئے، ستر (۷۰) کافر گرفتار ہوئے، مسلمان کل چودہ شہید ہوئے جو ستر کافر گرفتار ہوئے تھے اُن کو فدیہ (نقد معاوضہ) لے کر چھوڑ دیا گیا، فدیہ کی مقدار چار ہزار درہم تھی، امیروں پر اُس سے کچھ زائد اور جن کے پاس کچھ نہ تھا، ان کا فدیہ یہ قرار دیا گیا کہ دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔

## جنگِ غطفان (۳؍ھ)

۰۳؍ہجری میں دُعثُور رضی اللہ عنہ نے بنو مُحارِب اور بنو ثعلَبہ کے قبیلوں سے ۴۵۰؍آدمی لے کر مدینہ پر چڑھائی کر دی، حضور ﷺ اس کے مقابلے کے لیے باہر تشریف لائے، تو وہ پہاڑوں میں چھپ گئے، حضور کامیابی کے ساتھ واپس ہوئے، حضور ﷺ کے اخلاق کا دُعثُور رضی اللہ عنہ پر ایسا اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو کر واپس ہوا اور پھر اسلام کی تبلیغ کرتا رہا۔ ہوا یہ کہ اس سفر میں اتفاقاً کچھ بارش ہو گئی تھی، میدان سے واپس ہو کر حضور ﷺ نے کپڑے اتارے، اور ایک درخت پر سوکھنے کے لیے ڈال دیے، شاہِ دو عالم ﷺ سایہ میں آرام فرمانے کے لیے زمین پر لیٹ گئے، لشکر کے آدمی

کچھ فاصلے پر تھے، دُعثُور نے پہاڑ کے اوپر سے حضور ﷺ کو تنہا دیکھا اور موقع مناسب سمجھ کر فوراً حضور ﷺ کے سرہانے پہنچا اور تلوار کھینچ کر بولا، بتاؤ! اب تمھیں کون بچائے گا؟ ''میرا خدا'' یہ اُس سچے رسول کا جواب تھا جو اپنے خدا پر پورا پورا بھروسہ رکھتا تھا، مگر نہ معلوم اُن چند سادہ کلموں میں کیا تاثیر تھی کہ دُعثُور کانپ اٹھا، تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی اور ششدر (حیران) رہ گیا، حضور ﷺ نے تلوار ہاتھ میں اٹھالی اور فرمایا، بتاؤ! تمھیں کون بچائے گا؟ دُعثُور خاموش تھا، کیوں کہ اس کا بھروسہ ظاہری طاقت پر تھا، وہ خدا کو نہ پہچانتا تھا، اور اب وہ کفر کی عاجزی اور اور بے چارگی محسوس کر رہا تھا، اس کے پاس اِس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ ''کوئی نہیں''۔

حضور ﷺ کو اس کی بے چارگی پر رحم آیا اور معاف فرما کر چھوڑ دیا، مگر اس سچائی اور سچے بھروسے کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ وہ نہ صرف خود مسلمان ہو گیا، بل کہ اپنی قوم کے لیے اسلام کا زبردست مبلغ بن گیا۔

## غزوۂ احد (۳ھ)

۶؍شوال بروز شنبہ (سنیچر) ۰۳ھ میں اُحُد پہاڑ کے پاس جو مدینہ کے قریب ہے مشہور جنگ ہوئی، جس کو جنگ احد کہتے ہیں، جس میں کفارِ مکہ نے تین ہزار فوج کی جمعیت (لشکر) سے غزوۂ بدر کا بدلہ لینے کے لیے مدینہ پر حملہ کیا تھا، حضرت عباسؓ کے اطلاع دینے سے جب حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو مشورہ کے بعد خدا کے نام پر سات سو مسلمان مقابلہ کے لیے نکلے، اول اول عبداللہ بن اُبی بن سلُول منافق بھی تین سو کی فوج مسلمانوں کے ساتھ لے کر چلا تھا، مگر پھر غداری کی اور راستہ ہی سے واپس ہو گیا، مسلمان اُسی بے سروسامانی میں تھے، اور کافروں کے پاس سات سو زرہیں تھیں، دو سو گھوڑے، تین ہزار اونٹ، جوش کی یہ حالت تھی کہ چودہ عورتیں بھی قومی ترانے پڑھنے کے لیے ساتھ آئیں تھیں، بہر حال فوجیں ترتیب دی

گئیں، حضور ﷺ نے ایک دستہ پچاس آدمیوں کا اسلامی فوج کی پشت کی طرف احد پہاڑی پر بٹھا دیا کہ اِس طرف سے حملہ نہ ہو سکے، اول اول مسلمانوں کو فتح ہوئی، اور غنیمت کا مال لینا بھی شروع کر دیا، مگر پھر شکست ہوئی حتیٰ کہ حضور ﷺ بھی زخمی ہو گئے ، دندانِ مبارک شہید ہو گیا، عبداللہ بن قَمِیَّہ نے موقع پا کر حضور ﷺ پر تلوار سے حملہ کر دیا، چہرۂ انور میں خَود (لوہے کی ٹوپی جو لڑائی میں پہنتے ہیں) کی دو کڑیاں گھُس گئیں، جن کو ابو عبیدہ بن جراحؓ نے اپنے دانتوں سے نکالا، مگر ان کے دو دانت بھی گر گئے، کفارِ مکہ تیر برسا رہے تھے، جن کو صحابۂ کرام کا ہجوم اپنے اوپر لے رہا تھا، حضرت ابودُجانہؓ حملوں کے سامنے کھڑے ہوئے تھے، حضرت طلحہؓ بازو پر تیروں اور تلواروں کے حملے لے رہے تھے، بازو شَل (بے کار) ہو گیا، اور ستر زخم بدنِ مبارک پر آئے، یہ سب کچھ ہو رہا تھا، مگر رحمتِ عالم کی زبانِ مبارک پر اب بھی یہی تھا کہ خدایا! میری قوم کو معاف فرما، وہ مجھے پہچانتے نہیں، شکست کی وجہ صرف پشت والے دستے کی غلطی تھی، اُس نے حضور ﷺ کا مطلب غلط سمجھا، اور جلد بازی سے کام لیا اِس لڑائی میں ستر مسلمان شہید ہوئے، اور کافر ۲۲ / یا ۲۳ / مرے۔

## حضور ﷺ کے قتل کی سازش (۴ / ھ)

۴ ھ کا ذکر ہے کہ حضور ﷺ ایک قومی چندے کے سلسلے میں بنو نضیر کے محلّہ میں تشریف لے گئے، انہوں نے آں حضرت ﷺ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھا دیا، اور ایک شخص ابن جَحّاش نامی کو معیَّن کر دیا کہ وہ اوپر سے ایک بھاری پتھر پھینک کر حضور ﷺ کی زندگی کا خاتمہ کر دے، خداوندِ عالم نے آپ ﷺ کو اس شرارت سے مطلع فرما دیا، آپ نے اِس جرم میں ان کو مدینہ سے نکال دیا، اسی سال بئرِ معونہ کا مشہور واقعہ پیش آیا، جس میں ستر صحابہ حفاظ کرام کو انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا، ہوا یہ کہ اُن حضرات کو نجد والوں کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا تھا مگر جب یہ

حضرات اُس مقام پر پہنچے، جو بئرِ معونہ کے نام سے مشہور ہے تو چند قبیلے لڑائی کے لیے جمع ہو گئے اور اتفاق ایسا ہوا کہ ایک حضرت کعب بن یزیدؓ کے علاوہ سب حضرات شہید کر دیئے گئے۔

## غزوۂ خندق (۵ھ)

۵ھ میں یہودیوں اور قریش نے مل کر مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے آخری کوشش کی، تمام عرب کے بڑے بڑے قبیلوں کو متحد کر کے اسلام پر حملہ کیا، مدینہ کے باقی ماندہ یہودیوں ''بنوقریظہ'' نے بھی مسلمانوں سے غداری کر کے کفار کا ساتھ دیا، دس ہزار کا لشکرِ جرّار (بھاری لشکر) مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوا، موجودہ حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے باہر نکل کر مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا گیا لہٰذا حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے کے بہ موجب خطرناک ناکوں (راہوں) پر خندق کھودی گئی، یہ تدبیر کامیاب ہوئی، کفار اس کو پھاند نہ سکے مسلمان محفوظ رہے، پندرہ روز تک برابر محاصرہ کئے رکھا، آخر کار کچھ غیبی امداد، کچھ باہمی پھوٹ، کچھ رسد (راشن) کے ختم ہونے نے اُن کو بھاگنے پر مجبور کیا۔

## صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان (۶ھ)

غزوۂ احزاب کے بعد جس کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے خواب دیکھا کہ میں عمرہ کر رہا ہوں، صبح کو صحابہؓ سے فرمایا: صحابہؓ نے اشتیاق ظاہر کیا، اور اصرار کیا کہ یا رسول اللہ! تشریف لے چلئے، آپ نے غلبۂ شوق دیکھ کر یکم ذی قعدہ بروز دوشنبہ ۶ھ کو مکہ معظّمہ کا ارادہ فرمایا اور عمرہ کا احرام باندھا اور تقریباً چودہ پندرہ سو صحابہؓ نے بھی احرام باندھا، جس وقت حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو آپ نے قیام فرمایا (حدیبیہ ایک کنواں ہے اسی کے نام پر حدیبیہ نام پڑا، آج اس کا نام شمسی ہے، مکہ سے ۲۲ رکلومیٹر یہیں حرم کی سرحد ہے) یہاں آپ ﷺ سے ایک معجزہ

ظاہر ہوا، حدیبیہ کے کنوئیں کا پانی ختم ہو گیا تھا، آں حضرت ﷺ نے اپنا ایک تیر دیا کہ کنوئیں میں ڈال دو، تیر ڈالتے ہی پانی جوش مارنے لگا، چودہ سو اصحاب اور اونٹوں کے لیے کافی ہو گیا پھر پانی کی کمی نہ ہوئی، یہاں سے آپ ﷺ نے حضرت عثمان ؓ کو مکہ معظّمہ بھیجا کہ جا کر اہل مکہ سے کہیں کہ آں حضرت ﷺ اس وقت صرف زیارت بیت اللہ کے لیے تشریف لا رہے ہیں، کوئی سیاسی غرض نہیں، جب یہ پیغام لے کر حضرت عثمان ؓ پہنچے تو کفار نے ان کو روک لیا اور یہاں یہ مشہور ہوا کہ کفار نے حضرت عثمان ؓ کو قتل کر دیا، حضور ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی، تو آپ ﷺ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے صحابہ کرام ؓ سے جہاد پر بیعت لی، اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں، جس کا ذکر قرآن پاک میں بھی سورہ فتح کے اندر فرمایا گیا ہے۔ لیکن بعد میں جب معلوم ہوا کہ حضرت عثمان ؓ کے شہادت کی خبر غلط تھی تو پھر آپ نے جہاد کا ارادہ ملتوی کر دیا، ادھر جب قریش کو اس بات کا علم ہوا تو مرعوب اور خوفزدہ ہو گئے اور صلح نامہ کے لیے نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کر دیا، اور سہل بن عمر کو شرائط طے کرنے کے لیے بھیجا چناں چہ حسبِ ذیل شرائط طے ہو کر دس سال کے لیے باہمی صلح ہو گئی، (۱) مسلمان اس وقت واپس جائیں (۲) آئندہ سال صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں (۳) ہتھیار لگا کر نہ آئیں (۴) تلوار ساتھ ہو تو میان میں رکھیں (۵) مکہ سے کسی مسلمان کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں (۶) اگر کوئی مسلمان مکہ میں رہنا چاہیں تو اسے منع نہ کریں (۷) اگر کوئی شخص مکہ سے مدینہ چلا جائے تو آپ واپس کر دیں (۸) اگر مدینہ سے کوئی آ جائے تو اس کو واپس نہ کریں گے۔

یہ شرائط بظاہر مغلوبانہ صلح پر مشتمل تھی اور صحابۂ کرام کو گرانی بھی ہوئی، چناں چہ حضرت عمر ؓ نے عرض بھی کر دیا کہ یا رسول اللہ! ایسی مغلوبانہ صلح کیسی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح حکمِ الٰہی ہے اور اسی میں ہمارے مستقبل کی فلاح مضمر ہے۔ حق تعالیٰ نے اس کو سورہ فتح میں فتحِ مبین

کے نام سے موسوم فرمایا۔

ارشاد رب العزت ہے: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحاً مُّبِيناً﴾ بے شک ہم نے اس حدیبیہ سے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی) چناں چہ بعد کے واقعات نے اس راز کو کھول دیا کہ اس صلح سے مسلمان اور کفار میں آمد ورفت آزادی کے ساتھ شروع ہوگئی، اور اسلامی اخلاق نے کفار کے دل میں جگہ کرلی، اور کفار مسلمان ہونا شروع ہوگئے اور بکثرت لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔

## بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط

صلح نامہ حدیبیہ سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ واپس تشریف لانے کے بعد حضور ﷺ نے سب سے پہلے جس اہم کام کا آغاز فرمایا وہ بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط تھے، چونکہ اس صلح سے ذرا اطمینان ہوگیا اور راستے کھل گئے آپ نے خطوط میں لکھا تھا کہ تم مسلمان ہوجاؤ اور اپنی رعایا کو بھی مسلمان بناؤ، ورنہ تم پر عذاب آئے گا، ان سب بادشاہوں نے آپ ﷺ کے خطوط کی بڑی عزت کی اور مسلمان ہوگئے، اور بعض بعض مسلمان نہیں ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب بھیجا، جن ملکوں کے بادشاہوں کے نام خطوط لکھے گئے وہ یہ تھے:

شاہِ حبشہ، شاہِ روم، شاہِ ایران، شاہِ مصر، شاہِ عُمان، قریش کے دو بڑے جرنیل اسی سال مدینہ منورہ میں حاضر ہوکر مسلمان ہوئے۔

## غزوۂ خیبر اور عمرۃ القضا (۷ھ)

مدینہ منورہ کے یہودی بنی نضیر جب خیبر جا کر آباد ہوئے، وہ خیبر یہودیت کا مرکز بن گیا، یہی یہودی تمام اطراف کے عرب کو اسلام کے خلاف بھڑکاتے تھے، اس لیے ضرورت

ہوئی کہ ان کو متنبہ کیا جائے، پس ۷ھ میں آں حضرت ﷺ ۶۰۰ سو سپاہ کے ساتھ جن میں دو سو سوار اور چار سو پیادہ تھے، بنی نضیر یہودیوں پر خیبر کی طرف جہاد کے لیے تشریف لے گئے، قتل وقتال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی، اور یہودیوں کے تمام قلعے مسلمانوں کے ہاتھ آگئے، اس جہاد میں حضرت علیؓ نے زیادہ حصہ لیا، یہاں تک کہ بابِ خیبر کو تنہا ہاتھ سے اکھاڑ دیا، حالاں کہ ۷۰ آدمی اس کے ہلانے سے عاجز تھے۔

اس سال آں حضرت ﷺ نے اس عمرہ کی قضا کی جو صلح حدیبیہ میں چھوڑ دیا گیا تھا، اور کفار قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ آئندہ سال عمرہ کریں گے اور تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں گے چناں چہ شرائط کی پوری پابندی کے ساتھ عمرہ ادا کیا اور تین دن قیام فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے۔

## جنگ موتہ (۸ھ)

جنگ موتہ جمادی الاولیٰ ۸ھ ستمبر ۶۲۹ء میں واقع ہوئی، موتہ شام کا مشہور مقام تھا، جو مدینہ سے تقریباً گیارہ سو کیلو میٹر دور ہے، جنگ کی وجہ یہ ہوئی کہ آں حضور ﷺ نے حاکمِ بصرہ شرحبیل کے نام دعوتِ اسلام کا خط حضرت حارث بن عمیر ازدیؓ کے معرفت بھیجا، جب موتہ پہنچے تو شرحبیل نے ان کو قتل کرا دیا، آں حضور ﷺ نے تین ہزار کا لشکر بھیجا، زید بن حارثہؓ کو امیرِ لشکر بنایا اور فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ امیر ہوں گے یہ بھی کام آجائیں تو عبد اللہ بن رواحہؓ امیر ہوں گے، یہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جسے چاہیں امیر بنالیں اور جہاں حارث بن عمیرؓ شہید ہوئے وہاں جا کر لوگوں کو دعوتِ اسلام دو، اگر قبول نہ کریں تو قتال کرو، اللہ کے لیے کافروں سے جہاد کرو، تقویٰ کا لحاظ رکھو، رفقاء کی خیر خواہی کرو، غدر اور خیانت نہ کرو، عورت، بچے، بوڑھے کو قتل نہ کرو، اسلامی لشکر کی خبر شرحبیل کو مل گئی اس نے بھی ایک بھاری

لشکر فراہم کرلیا۔ شرحبیل نے ایک لاکھ لشکر جمع کر لیا تھا، اور اس کی مدد کے لیے ہرقل شاہِ روم ایک لاکھ لشکر لے کر بلقاء کے علاقہ مآب میں خیمہ زن ہوگیا مقامِ معان میں مسلمانوں نے مشورہ کیا کہ دو لاکھ فوج کے مقابلہ میں مسلمان تین ہزار کیا کریں؟ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ دشمن کی کثرت وقوت ہمارے سامنے کچھ نہیں، آگے بڑھو، یا غلبہ حاصل ہوگا یا شہادت ،لوگوں نے کہا یہ بات سچ ہے، پھر وقت کی سب سے بڑی حکومت سے ٹکرا گئے، زید بن حارثہؓ پرچم لے کر آگے بڑھے شہید ہوگئے، ان کے بعد جعفر بن ابی طالبؓ بڑھے وہ بھی شہید ہوگئے، نوے سے زیادہ زخم ان کے جسم پر تھے۔ ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے، ان کے بدلے ان کو دو بازو ملے جن سے ان کو جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں، پھر عبداللہ بن رواحہؓ پرچم لے کر آگے بڑھے یہ بھی شہید ہوگئے، تو مسلمانوں نے متفقہ طور پر حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر منتخب کیا، یہ اتنی شدت کے ساتھ لڑے کہ نو تلواریں ان کے ہاتھ سے ٹوٹ گئیں، امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خالدؓ امیر ہوئے تو اللہ نے رومیوں پر مسلمانوں کو فتح دی، آں حضرت ﷺ نے ان کو ”سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ“ فرمایا۔ اس وقت سے حضرت خالدؓ سیف اللہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

## فتحِ مکہ (۸ھ)

صلح حدیبیہ کی مدت اگر چہ دس سال رکھی گئی تھی، مگر دوسرے ہی سال بنو خُزاعہ پر بنو بکر نے حملہ کر دیا، اور قریش نے بنو بکر کی امداد کر کے اس تمام معاہدے کی دھجیاں اڑا دیں، بنو خزاعہ نے حضور ﷺ کے دربار میں شکایت پیش کی، اور امداد کی درخواست کی، حضور ﷺ نے اس درندگی (ظلم) کا بدلہ لینے کے لیے تیاری کا حکم فرمایا، اور دس ہزار کا لشکر جرار (بہت بھاری فوج) لے کر مکہ سے قریب مرُّ الظہر ان تک پہنچ گئے۔ حضرت عباسؓ نے قریش پر رحم کھا کر ابو سفیانؓ کو

مشورہ دیا کہ وہ باز آجائیں اور توبہ کرلیں، ابوسفیان اور پورے مکہ والوں کے لیے لڑائی کا موقع نہ رہا تھا، ابوسفیان نے اسلام قبول کرلیا۔

حضور ﷺ مکہ میں انتہائی خشوع اور عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے مکہ کے نیچے کی جانب سے داخل ہوئے ،فوج کو حکم فرمایا کہ مختلف راستوں سے داخل ہو، چوں کہ چند آدمیوں کے علاوہ عام معافی کا اعلان کر دیا گیا تھا، اس لیے نہ لڑائی ہوئی نہ قتل وخون، صرف حضرت خالدؓ سے راستے میں کچھ مقابلہ ہوا جس میں ستائیس یا اٹھائیس کافر مرے، اور صرف دو مسلمان شہید ہوئے، حضور ﷺ کعبہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور بتوں کو گرا دیا، ۲۰ رمضان المبارک ۸ ھ کو حضور ﷺ نے خانۂ کعبہ کا طواف کیا اور بارہ روز مکہ میں قیام فرمایا۔

## جنگِ حُنین (۸ ھ)

فتحِ مکہ کے بعد جوق در جوق، فوج در فوج عام طور سے لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہونے لگے، اور وہ لوگ جو اسلام کی حقانیت کا یقین رکھنے کے باوجود محض قریش کے رعب سے مسلمان ہونے سے رکے ہوئے تھے، اور مکہ معظّمہ کی فتح کا انتظار کررہے تھے، سب کے سب اسلام میں داخل ہوگئے، البتہ دو قبیلے ہوازن اور ثقیف، آمادۂ جنگ ہوکر مکہ معظّمہ کی طرف مسلمانوں کے مقابلہ میں آئے ،حضور ﷺ نے خبر پاکر بارہ ہزار کا لشکر مقابلہ میں روانہ فرمایا، جن میں دس ہزار مہاجرین وانصار تھے، اور دو ہزار نومسلم جو حال ہی میں مکہ معظّمہ میں مسلمان ہوئے تھے، وہ تھے، ۶ شوال ۸ ھ کو یہ خدائی لشکر روانہ ہوکر وادیٔ حُنین میں پہنچا، جو کہ مکہ معظّمہ سے تین منزل طائف کے قریب ایک مقام ہے ،وہاں دشمن پہاڑ کی کھائیوں میں چھُپے ہوئے تھے، فوراً مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے، مسلمانوں کا اگلا حصہ صف بندی نہ ہونے کی وجہ سے پسپا ہونے لگا، مگر درحقیقت اِس پسپائی اور ہار کا سبب باطنی عُجب اور خود پسندی تھی جو مسلمانوں میں اپنی کثیر

جماعت دیکھ کر پیدا ہوگئی تھی، اس لیے تنبہ کے لیے ان حالات سے دوچار کرایا گیا، اور بتلایا گیا کہ فتح وشکست، کثرت اور محض تیروں اور تلواروں ہی سے نہیں، بل کہ اس میں کسی اور کا ہی ہاتھ ہے، آج کا دن ایسا دن تھا کہ حضور ﷺ بھی دوزرہ پہنے ہوئے تھے، اور ایک سفید دُلدل نامی سواری پر اور سوار تھے۔ جب آگے کا حصہ پسپا ہوتے ہوئے دیکھا تو آپ نے حضرت عباسؓ سے ایک آواز بلند دلبرانہ دلوائی جس سے صحابہ کے اکھڑے ہوئے پاؤں جم گئے اور قتل وقتال شروع ہوگیا، اور ادھر آں حضرت ﷺ نے ایک مٹھی مٹی لے کر غنیم کے لشکر کی طرف پھینکی جو حکمِ خدا سے دشمن کے لشکر تھے ہر سپاہی کی آنکھوں میں پڑی، اور آخر کار دشمن مرعوب ہوکر بھاگ نکلے، اس غزوہ میں صرف چار مسلمان شہید ہوئے اور کفار کے ۷۰/ سے زیادہ آدمی مارے گئے۔

## غزوۂ طائف (۸/ھ)

غزوۂ حُنین کے بعد آں حضور ﷺ طائف روانہ ہوئے کیوں کہ طائف ہوازن اور ثقیف کا مرکز تھا، یہاں پہنچ کر برابر اٹھارہ دن طائف کا محاصرہ کیا، لیکن فتح نہ ہوا، آپ واپس ہوگئے، ابھی راستہ ہی میں تھے کہ طائف سے ایک جماعت ہوازن کی حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا کہ ہمارے وہ آدمی جو حنین میں مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہیں ان کو چھوڑ دیا جائے، آپ نے یہ منظور فرما کر رہا فرمادیئے اور مکہ معظّمہ عمرہ فرماتے ہوئے، ۶/ ذی قعدہ ۸/ھ کو مدینہ طیبہ تشریف لے آئے پھر طائف کے لوگ مدینہ طیبہ حاضر ہوکر اسلام میں داخل ہوگئے اس طرح طائف بھی فتح ہوگیا۔

## غزوۂ تبوک (۹/ھ)

طائف سے واپسی کے بعد ۹ ھ کے نصف تک مدینہ میں مقیم رہے، پھر آپ کو اطلاع

ملی کہ ہرقل بادشاہ موتہ کی جنگ کا بدلہ لینے کے لیے مسلمانوں پرحملہ کی تیاریاں کررہا ہے، توحضور ﷺ پہلے ہی سے اُس کی بندش کے واسطے تیس ہزار مسلمانوں کی فوج لے کر رجب ۹ھ میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوگئے، گرمی کا زمانہ تھا، قحط تھا، مسلمان بے حد تنگ دست تھے، چندہ سے فوج کی ضروریات کا انتظام کیا گیا، صحابہ کرام، مرد اور عورتوں نے حیثیت سے بڑھ چڑھ کر چندے دیئے، جب یہ لشکر تبوک مقام پر پہنچا، تو وہاں کوئی نہ تھا، ہرقل بادشاہ حمص چلا گیا تھا، پندرہ روز حضور ﷺ نے وہاں قیام فرمایا، پھر واپس تشریف لے آئے، رمضان شریف میں مدینہ پہنچے۔

## وفود کی آمد (۹/ھ)

وفد اُس جماعت کا نام ہے جو کوئی مقصد لے کر کسی کے پاس جائے، معلوم ہو چکا ہے کہ صلح حدیبیہ سے پہلے دنیا کی زمین مسلمانوں پر تنگ تھی، اُس کے راستے اُن کے لیے بند تھے، قدم قدم پر خطرہ تھا، صلح نے ان دقتوں کو ختم کر دیا، اسلامی خیالات کو پھیلایا گیا، غلط بہتانوں کو اٹھایا گیا، مگر کفار مکہ کا غلبہ، اُن کا رعب داب، اور ان کی پرانی عزت دوسرے قبیلوں کو مسلمان ہونے سے اب بھی روکے ہوئے تھی، ۸/ھ میں فتح مکہ کے باعث جب یہ ظالم طاقت ٹوٹ گئی تو اسلامی جہاد کا مقصد سامنے آگیا، یعنی کم زوروں کو اپنی مرضی سے اپنی بھلائی کا دین اختیار کرنا آسان ہوگیا، چناں چہ وفود آئے اور خوشی خوشی اسلام سے مشرف ہوئے۔

## حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حج

ایک قول کے مطابق ۹/ہجری میں حج فرض ہوا، آں حضرت ﷺ نے ذوالقعدہ ۹/ھ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر الحاج بنا کر تین سو آدمیوں کے ساتھ بہ طریق شرعی حج کرانے

کے لیے بھیجا، بعد میں نقضِ عہد کی آیات سنانے کے لیے حضرت علیؓ کو روانہ کیا، وہ ذوالحلیفہ میں حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ مل گئے، حضرت ابوبکرؓ نے مناسک کی تعلیم دی، حج کرایا، خطبہ دیا اور حضرت علیؓ نے یوم نحر میں جمرہ کے قریب چار چیزوں کا اعلان کیا، (۱) جنت میں مومن کے سوا کوئی نہ جائے گا، (۲) بیت اللہ کا طواف کوئی برہنہ نہیں کرے گا، (۳) آئندہ کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، (۴) آں حضور ﷺ سے جس کا کوئی عہد ہے وہ مدت تک پورا کیا جائے گا اور جس سے کوئی عہد نہیں یا عہد بلا مدت ہے اس کو چار مہینے کی مہلت ہے، آں حضور ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا کہ میرے عہد کا اعلان میں خود کروں یا میرے خاندان کا کوئی اس لیے برأت کا اعلان کرنے حضرت علیؓ کو بھیجا۔

## حَجَّۃ الوداع

ہجرت کے بعد آں حضور ﷺ نے ۱۰/ھ میں صرف ایک حج ادا کیا اِسے حجۃ الوداع کہتے ہیں، وَدَاع کے معنی رخصت، آپ ﷺ شنبہ ۲۵/ ذی قعدہ ۱۰/ھ مطابق ۲۲/فروری ۶۳۲ء کو ظہر اور عصر کے درمیان مدینہ سے روانہ ہوئے، ساتھ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے زیادہ صحابہ تھے، یکشنبہ ۴/ ذی الحجہ کو مکہ میں داخل ہو کر سیدھے مسجد الحرام پہنچے، طواف کیا، ہر چکر میں حجر اسود کا اِستیلام کیا، طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کی، پھر سعی بین الصفا والمروہ کی، مروہ سے اتر کر مکہ کے باہر چار دن قیام فرمایا، پنجشنبہ ۸/ ذی الحجہ کو آفتاب بلند ہونے پر تمام اصحاب کے ساتھ منیٰ تشریف لے گئے، وہاں پانچ نمازیں پڑھیں، جمعہ ۹/ ذی الحجہ کو طلوعِ آفتاب کے بعد براہِ ضب عرفات پہنچے، نمرہ میں آپ ﷺ کا خیمہ نصب ہوا، زوالِ آفتاب کے بعد عرفہ کے بطن وادی میں ناقۂ قُصویٰ پر سوار ہو کر ایک عظیم خطبہ ارشاد فرمایا۔ حمد وثنا کے بعد فرمایا، لوگو! سنو! شاید آئندہ سال تم سے ملنا نہ ہو، اے لوگو! تمہاری جان، آبرو مال

سب ایک دوسرے پر حرام ہیں، جیسا کہ یہ دن، مہینہ اور یہ شہر حرام ہیں، تمام رسوماتِ جاہلیت میرے قدموں کے نیچے پامال ہیں، جاہلیت کے تمام خون معاف اور ساقط ہیں، جاہلیت کے تمام سود ساقط اور لغو ہیں، تمہارے لیے صرف راس المال (پونجی، سرمایہ) ہے، سب سے پہلے میں عباس بن عبدالمطلب کا ربوا ساقط کرتا ہوں، پھر زوجین کے حقوق بتائے، پھر فرمایا کہ میں تم میں ایسی دو محکم چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، ایک کتاب اللہ، دوسری سنتِ رسول اللہ، اور فرمایا قیامت کے روز تم سے میرے بارے میں سوال ہوگا تو کیا جواب دو گے؟ صحابہ کرامؓ نے کہا ہم شہادت دیں گے کہ آپ ﷺ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا، اُس کی امانت ادا کر دی، اور امت کی خیر خواہی کی، آپ ﷺ نے آسمان کی طرف تین بار انگلی اٹھا کر فرمایا! اے اللہ تو گواہ رہ، اس کے بعد فرمایا جو لوگ حاضر ہیں وہ یہ پیغام غائب لوگوں تک پہنچا دیں، خطبہ کے بعد حضرت بلالؓ نے ظہر کی اذان دی، ظہر و عصر ایک ہی وقت میں ادا کی گئیں، بعد نماز موقف میں آکر قبلہ رو کھڑے ہو کر نہایت اِلحاح وزاری سے مغرب تک دعا کی، اور فرمایا ہم نے یہاں وقوف کیا لیکن کل عرفہ موقف ہے اور حج یومِ عرفہ ہے بہترین دعا عرفہ کی دعا ہے، یہیں آیت أُكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنُكُمْ الخ نازل ہوئی۔ ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے دینِ اسلام کو پسند کیا۔

غروبِ آفتاب کے بعد دوسرے راستہ سے مزدلفہ روانہ ہوئے، تلبیہ پڑھتے ہوئے مزدلفہ پہنچے، اذان کا حکم دیا ایک ہی وقت میں ایک اذان اور دو اقامت سے مغرب و عشا ادا کر کے سو گئے، طلوعِ فجر کے بعد اولِ وقت میں اذان و اقامت سے نماز فجر ادا کر کے موقف میں مَشعرِ حرام کے پاس آئے، گریہ وزاری، دعا، تکبیر و تہلیل میں مشغول رہے، طلوعِ آفتاب

سے پہلے ہی روانہ ہوئے، اور فرمایا کہ کل مزدلفہ موقف ہے، ابن عباسؓ سے فرمایا کہ یہیں سے میرے لیے سات کنکریاں چن لو، راستہ میں تلبیہ کہتے رہے، بطنِ محسّر میں جلدی سے گذر گئے، کیوں کہ یہیں اصحابِ فیل پر عذاب اترا تھا، ۱۰/ذی الحجہ کو طلوعِ آفتاب کے بعد اونٹ پر رمیٔ جمار کیا، ہر کنکری پر تکبیر کہی، اس کے بعد تلبیہ موقوف کر دیا، منیٰ میں آپ ﷺ مسجدِ خیف کے پاس ٹھہرے، یہیں پر ایک بلیغ خطبہ دیا، اس میں یوم نحر کی فضیلت، مکہ کی حرمت، اور مناسک کے اصول بیان فرمائے، اور حکم دیا کہ جو کتاب اللہ کے موافق تم کو چلائے اس کی پیروی ضروری ہے، میرے بعد کافر نہ ہو جانا، ایک دوسرے کی گردن نہ مارنا، خدا کے احکام ان لوگوں تک پہنچانا، جن تک نہ پہنچے ہوں، جو کوئی گناہ کرے اس کا وبال اُسی پر ہوگا، خدا کی عبادت کرو، پانچ وقت کی نماز پڑھو، رمضان کا روزہ رکھو، صاحبِ امر کی اطاعت کرو، تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو گے، کسی نے پوچھا کہ حلق، ذبح اور رمی جمار میں تقدیم و تاخیر ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا کوئی حرج نہیں، خطبہ کے بعد قربان گاہ جا کر ترسٹھ اونٹ اپنے دستِ مبارک سے نحر کیے، پھر حضرت علیؓ سے فرمایا کہ سو میں سے جتنے باقی ہیں وہ تم نحر کر دو۔ قربانی کے بعد حلّاق کو بلایا، معمر بن عبداللہ بن خظلہؓ نے سرِ مبارک حلق کیا، پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف آں حضرت ﷺ نے سر کے بال حاضرین میں تقسیم فرما دیئے، ناخن بھی ترشوا کر تقسیم کر دیئے، حلق کے بعد سواری سے مکہ تشریف لے گئے، اور سواری پر ہی طوافِ افاضہ (طوافِ زیارت) کیا، آپ ﷺ نے یہ طواف قبل ظہر کیا، پھر منیٰ واپس جا کر نماز ظہر ادا کی، دوسری روایت ہے کہ نماز ظہر مکہ میں ادا کی، بعد طواف زم زم کے پاس جا کر کھڑے کھڑے آبِ زم زم نوش فرمایا، طوافِ زیارت کے بعد منیٰ جا کر ٹھہرے، دوسرے دن ۱۱/ذی الحجہ کو بعد زوال تینوں جمرہ کی رمی کی، ہر کنکری پر تکبیر کہی، اس حج میں چھ جگہ آپ ﷺ سے وقوف اور دعا کرنا ثابت ہے (۱) صفا

(۲) مروہ (۳) عرفہ (۴) مزدلفہ (۵) جمرۂ اولیٰ (٦) جمرۂ وسطیٰ۔ سہ شنبہ ۱۳؍ذی الحجہ کو بعد ظہر منیٰ سے روانہ ہو کر مُحَصَّبْ آئے، محصب سے شب میں مکہ تشریف لے گئے اور طوافِ وَدَاع کیا، طواف کے بعد ہی مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

## نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

چہارشنبہ ۲۹؍صفر ۱۱ھ مطابق ۲۷؍مئی ٦۳۲ء کی رات میں آپ ﷺ نے قبرستان بقیع غرقد میں جا کر اہلِ قبور کے لیے دعائے مغفرت کی، وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا پھر بخار ہو گیا، اور یہ بخار صحیح روایات کے مطابق تیرہ روز تک متواتر رہا، اور اسی حالت میں وفات ہو گئی۔

اثنائے علالت یمن میں اسود عنسی، یمامہ میں مسیلمہ کَذّاب، اور سمیرا میں طلیحہ اسدی نے نبوت کا دعویٰ کیا، اور لوگوں کے مرتد ہونے کی خبر ملی، آں حضرت ﷺ نے مرتدین سے جہاد کی وصیت فرمائی اور اسود عنسی کی سرزنش کے لیے انصارؓ کی ایک جماعت بھیجی، اسود عنسی آپ کی وفات سے ایک دن پہلے قتل کیا گیا۔

جب آپ ﷺ بیمار ہوئے تو سورۂ اخلاص، سورہ فلق، سورہ ناس پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے، اور پورے جسم پر ہاتھ پھیرتے، آخری علالت میں حضرت عائشہؓ یہ عمل کرتیں، آں حضور ﷺ کا بخار اتنا شدید تھا کہ موٹی چادر کے اوپر سے گرمی محسوس ہوتی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام پر بلائیں شدید آتی ہیں، اجر بھی زیادہ ملتا ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے زیادہ شدید مرض کسی کا نہیں دیکھا، پنجشنبہ ۸؍ربیع الاول کو آپ کے حکم سے سات مَشک پانی آپ ﷺ پر بہایا گیا، جس سے تھوڑا سکون ہوا، حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے، نماز ظہر پڑھائی، پھر اپنی زندگی کا آخری

خطبہ دیا، حمد وثنا کے بعد اصحاب احد کے لیے دعائے مغفرت کی اور فرمایا لوگو! خدا نے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کی نعمتوں کو اختیار کرے یا آخرت کی، اس نے آخرت کو اختیار کرلیا، حضرت ابوبکرؓ رونے لگے کہ اس سے مراد آں حضرت ﷺ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، ابوبکرؓ قرار پکڑو پھر فرمایا مسجد کی طرف کے سب دروازے بند کردیئے جائیں سوائے ابوبکر کے، ان سے بڑھ کر میرا کوئی محسن نہیں، میں نے سب کے احسان کا بدلہ دے دیا سوائے ابوبکرؓ کے ان کو اللہ ہی بدلہ دے گا، اگر میں خدا کے سوا کسی کو دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا، لیکن اسلامی اخوت ومودت ہے اس میں وہ سب سے برتر ہیں کوئی ان کا ہمسر نہیں، اور فرمایا جیشِ اسامہ کو جلد روانہ کرو، یہ بھی فرمایا کہ یہود ونصاریٰ پر لعنت ہو جنہوں نے پیغمبروں کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا، اِس میں اشارہ کہ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا، تم لوگ اپنے نبی ﷺ کی موت سے خوف زدہ ہو؟ کیا کوئی نبی ہمیشہ رہا، سن لو! میں خدا سے ملنے والا ہوں اور تم بھی ملنے والے ہو، میں تم سے پہلے جارہا ہوں، تم آکر حوضِ کوثر پر ملوگے، میں سب کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کے ساتھ خیر کا معاملہ کریں، اور مہاجرین تقویٰ اور عمل صالح پر قائم رہیں، اے مسلمانو! انصارؓ کے ساتھ حسن سلوک اور خیر کا معاملہ کرنا، انصارؓ نے اسلام کو ٹھکانا دیا، مکانات، باغات، پھلوں اور زمینوں میں تم کو شریک بنایا باوجود فقر وفاقہ اپنے اوپر تم کو ترجیح دی، پھر منبر سے اتر کر حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے گئے، جب تک طاقت تھی آں حضرت ﷺ مسجد میں نماز پڑھاتے رہے، بعد میں حضرت ابوبکرؓ کو حکم فرمایا کہ نماز پڑھائیں حضرت ابوبکرؓ نے آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں سترہ نمازیں پڑھائیں۔ ۱۰/ربیع الاول ۱۱ھ شنبہ کو کچھ آرام تھا حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لائے، نمازِ ظہر حضرت ابوبکرؓ پڑھا رہے تھے۔ پیچھے ہٹنے لگے آپ ﷺ نے اشارے سے روکا، اوران کے بائیں بیٹھ کر نماز پڑھائی، حضرت ابوبکرؓ مقتدی ہوکر بلند آواز سے تکبیریں

کہتے رہے،اس کے بعد حضور ﷺ مسجد میں نہ جا سکے۔

یکشنبہ ۱۱/ربیع الاول کو اپنے سب غلام آزاد کر دئے جو ۴۰/تک تھے،سات دینار بچے تھے ان کو تقسیم کر دیا سارے اسلحے مسلمانوں کو ہبہ کر دیئے اس رات حضرت عائشہؓ نے چراغ کا تیل عاریۃً پڑوسی سے لیا۔۱۲/ربیع الاول (دوشنبہ) کی صبح کو آں حضرت ﷺ نے حجرہ کا پردہ اٹھایا،لوگ نمازِ فجر پڑھ رہے تھے۔دیکھ کر آپ ﷺ مسرور ہوئے صحابہ کی خوشی کا یہ حال تھا کہ نماز نہ توڑ دیں،صدیقِ اکبرؓ نے پیچھے ہٹنا چاہا،آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ نماز پوری کرو،ناتوانی سے زیادہ نہ کھڑے رہ سکے،پردہ گرا کر اندر تشریف لے گئے،یہ آخری زیارت تھی،حضرت ابوبکرؓ نماز کے بعد حجرہ میں گئے،حالت اچھی تھی،اجازت لے کر سُنح چلے گئے (جگہ کا نام) جو عوالی مدینہ میں دو میل دور ہے،وہاں بھی آپ کا ایک مکان تھا جس میں آپ کی ایک زوجہ حبیبہ بنت خارجہ انصاریہؓ رہتی تھیں۔آپ کا دوسرا مکان مسجدِ نبوی سے ملا ہوا تھا،دوسرے لوگ بھی اپنے گھروں کو لوٹ گئے،جب معلوم ہوا کہ آں حضور ﷺ کو سکون ہے۔

غالباً اسی روز حضرت فاطمہؓ کے کان میں کہا،میں دنیا چھوڑ رہا ہوں،وہ رونے لگیں، پھر فرمایا تم سب سے پہلے مجھ سے ملوگی تو ہنس پڑیں،چناں چہ چھ ماہ میں ۳/رمضان المبارک ۱۱ھ کو وہ رحلت کر گئیں،آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تو جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہوگی،حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا اور ان کے احترام کی بھی وصیت کی،ازواجِ مطہرات کو نصیحتیں کیں،حضرت علیؓ کو نصیحت کی،انہوں نے آپ ﷺ کا سرِ مبارک گود میں رکھ لیا،حالتِ نزع میں حضرت عائشہؓ کے آغوش میں سر رکھ کر لیٹ گئے،اتنے میں حضرت عائشہؓ کے بھائی حضرت عبدالرحمٰنؓ پیلو کی تازی مسواک لے آئے آپ ﷺ نے اس پر ایک نظر ڈالی،حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں،دانتوں سے اس کو نرم کیا،پھر آپ ﷺ نے مسواک کی،قریب ہی پانی

رکھا تھا، آپ ﷺ شدتِ درد سے پانی میں ہاتھ ڈالتے اور منہ پر پھیرتے اور فرماتے ’’ اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الأَعْلیٰ ‘‘ پھر دستِ مبارک لٹک گیا، اور روح مبارک پرواز کرگئی، اِنا للہ واِنا الیہ راجعون۔ موت کے وقت آخری وصیت یہ تھی کہ نماز اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنا، آپ ﷺ کی تاریخ وفات ۱۲/ ربیع الاول ۱۱/ ھ بروز دوشنبہ اور عمر مبارک تریسٹھ سال ہوئی۔

خبر وفات سے صحابہؓ کے ہوش اُڑ گئے، حضرت عثمانؓ پر سکتہ طاری ہوگیا، حضرت عباسؓ حواس باختہ ہوگئے، حضرت علیؓ روتے روتے بے ہوش ہوگئے، حضرت عبداللہ بن انیسؓ صدمہ سے انتقال کرگئے، ازواج مطہراتؓ پر جو کوہِ غم گرا وہ ناقابلِ بیان، حضرت عمرؓ کی عقل کھوگئی تلوار نکال کر کہنے لگے کہ جو کہہ دے کہ آپ ﷺ کا انتقال ہوگیا اُس کی گردن اڑا دوں گا، حضرت صدیق اکبرؓ اجازت لے کر سُنح چلے گئے تھے، خبر سنتے ہی زار وقطار روئے، بہت جلد آئے، اجازت لے کر حجرہ میں گئے، ازواج مطہرات نے پردہ کرلیا، آپ ﷺ پر دھاری دار یمنی چادر تھی اُسے ہٹا کر پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور روتے ہوئے تین بار کہا: واخلیلاہ و اصفیاہ اِس حادثۂ جانکاہ میں صدیق اکبرؓ کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی، حجرہ سے مسجد میں آئے، قدم کو سنبھالا، اور کہا بیٹھ جاؤ، حضرت عمرؓ نہ بیٹھے، تقریر کرتے رہے، اب سب آپ کی طرف متوجہ ہوگئے، آپ نے فرمایا، جو خدا کی عبادت کرتا تھا تو خدا زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا، اور جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ انتقال کرگئے، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، آپ ﷺ سے پہلے بہت سے رسول گذر گئے، اگر آپ ﷺ فوت یا شہید ہو جائیں تو کیا تم اسلام سے پھر جاؤگے؟ اور جو پھر جائے وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا الخ، یہ آیت سن کر سب کو آں حضور ﷺ کی وفات کا یقین ہوگیا اور سب یہی آیت تلاوت کرنے لگے، حضرت عمرؓ نے کہا گویا آج ہی یہ آیت میں نے پڑھی ہے اور اپنی باتوں سے رجوع کیا، صحابہؓ کے سامنے مدینہ تاریک ہوگیا،

تدفین سے پہلے حضرت بلالؓ جب اذان میں اَشھدأن محمدا کہتے تو مسجد گریہ وبکا سے لرز جاتی تھی، تدفین کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان دینی بند کردی۔

آں حضور ﷺ کی وفات کے دن شام کو سقیفہ بنی ساعِدہ میں حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ نامزد کیا گیا، لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، بیعت کے بعد لوگ تجہیز وتکفین میں مشغول ہوئے، حضرت علیؓ نے غسل دیا، حضرت عباسؓ کے صاحبزادے فضلؓ اور قثمؓ کروٹیں بدلتے تھے، اور حضرت اسامہؓ اور سقرانؓ پانی ڈالتے تھے، پہلا غسل خالص پانی سے، دوسرا بیری کی پتی والے پانی سے، اور تیسرا کافور کے پانی سے، سَحُول کے بنے ہوئے سفید سوتی تین کپڑوں میں کفن دیا گیا، جس میں قمیص اور عمامہ نہ تھا، اور جس پیراہن میں غسل دیا گیا وہ اتار دیا گیا، سَحُول یمن کا ایک قریہ ہے۔

سوال پیدا ہوا کہ قبر کہاں بنائی جائے، تو صدیق اکبرؓ نے کہا، آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے، پیغمبر وہیں دفن ہوتے ہیں جہاں وفات پاتے ہیں، چناں چہ وہیں آپ ﷺ کا بستر اٹھا کر قبر کھودی گئی، مہاجرینؓ نے کہا قبر مکہ کے طریق پر شق بنائی جائے، انصارؓ نے کہا مدینہ کے طریق پر لحد بنائی جائے، ابوعبیدہؓ شق، ابوطلحہؓ لحد بنانے میں ماہر تھے، طے ہوا کہ دونوں کو بلاؤ جو پہلے آئے وہی کھودے، چناں چہ ابوطلحہ بن سہل انصاریؓ پہلے آ گئے، انہوں نے لحد بنادی۔

بروز سہ شنبہ ۱۳؍ ربیع الاول تکفین کے بعد جنازہ قبر کے پاس رکھا گیا، نمازِ جنازہ سب سے پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے، پھر بچوں نے ادا کی، حجرہ میں جگہ کم تھی، اس لیے دس دس آدمیوں نے نماز پڑھی، نمازِ جنازہ میں کوئی امام نہ تھا۔ بقول ابن دحیہ تیس ہزار آدمیوں نے نماز جنازہ پڑھی اس لیے تدفین میں تاخیر ہوئی، سہ شنبہ گزار کر چہار شنبہ کی شب میں وفات کے تقریباً ۳۴؍ گھنٹے بعد آپ ﷺ دفن کیے گئے، قبر میں حضرت عباسؓ ان کے لڑکے قثمؓ اور حضرت

علیؓ داخل ہوئے، قبر سے قثمؓ آخر میں نکلے، قبر میں نو اینٹیں بچھائی گئیں، کوہان نما قبر بنائی گئی، حضرت بلالؓ نے قبر پر پانی چھڑکا۔

## ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ علیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات کا نقشہ اپنی کتاب ''رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم'' میں کچھ یوں کھینچا ہے۔

کسی نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضور انور ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ انہوں نے کہا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ جو کچھ قرآن میں ہے، وہ حضور ﷺ کے اخلاق تھے، غرض آپ ﷺ کی ساری زندگی قرآن پاک کی عملی تفسیر تھی اور یہ بھی آپ ﷺ کا ایک معجزہ ہے خود قرآن نے اس کی شہادت دی اور کہا ﴿اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ یعنی بے شک اے محمد! آپ ﷺ حسن اخلاق کے بڑے رتبہ پر ہیں۔

حضور ﷺ نہایت خاکسار، ملنسار، مہربان اور رحم دل تھے چھوٹے بڑے سب سے محبت کرتے، نہایت سخی، فیاض اور دادودہش والے تھے امکان بھر سب کی درخواست پوری کرتے، تمام عمر کسی کے سوال پر نہیں؛ نہیں کہا، خود بھوکے رہتے اور دوسروں کو کھلاتے، ایک مرتبہ ایک صحابی کی شادی ہوئی، ان کے پاس ولیمہ کا سامان نہ تھا، حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ عائشہؓ کے پاس جاؤ اور آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ، حالاں کہ اُس آٹے کے سوا شام کے لیے گھر میں کچھ نہ تھا، فیاضی اور دنیا کے مال سے بے تعلقی کا یہ عالم تھا کہ گھر میں نقد کی قسم کی کوئی چیز بھی ہوتی تو جب تک وہ سب خیرات نہ کردی جاتی، آپ ﷺ اکثر گھر میں آرام نہ فرماتے، ایک بار فدک کے رئیس نے چار اونٹوں پر غلہ بھیجا، اُس کو بیچ کر قرض ادا کیا گیا، پھر بھی کچھ بچ رہا، آپ ﷺ نے کہا کہ جب تک کچھ بھی باقی رہے گا، میں گھر میں نہیں جاسکتا، رات مسجد میں

بسر کی، دوسرے دن جب معلوم ہوا کہ وہ غلہ تقسیم ہو چکا ہے، تب گھر تشریف لے گئے۔

حضور ﷺ بڑے مہمان نواز تھے، آپ ﷺ کے یہاں مسلمان، مشرک اور کافر سب ہی مہمان ہوتے، آپ ﷺ سب کی خاطر کرتے، اور خود ہی سب کی خدمت کرتے، کبھی ایسا ہوتا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ موجود رہتا وہ ان کو کھلا پلا دیا جاتا، اور پورا گھر فاقہ کرتا۔ ایک دفعہ آپ ﷺ کے یہاں ایک کافر مہمان ہوا۔ آپ ﷺ نے ایک بکری کا دودھ اس کو پلایا، وہ سب دودھ پی گیا، آپ ﷺ نے دوسری بکری منگوائی، یہ اس کا بھی دودھ پی گیا، غرض سات بکریوں تک کی نوبت آئی، جب تک اس کا پیٹ نہ بھر گیا آپ ﷺ دودھ پلاتے رہے، راتوں کو اٹھ اٹھ کر مہمان کی دیکھ بھال فرماتے، کہ ان کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے، گھر میں رہتے تو گھر کے کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرتے، اپنے پھٹے کپڑے آپ ہی سی لیتے، اپنے پھٹے جوتے کو خود گانٹھ لیتے، بکریوں کا دودھ اپنے ہاتھوں سے دوہتے، مجمع میں بیٹھتے تو سب کے برابر ہو کر بیٹھتے، مسجد نبوی کے بنانے اور خندق کھودنے میں سب مزدوروں کے ساتھ مل کر آپ ﷺ نے بھی کام کیے۔

آپ ﷺ یتیموں سے محبت رکھتے، اور ان کے ساتھ بھلائی کی تاکید کرتے، فرمایا مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم بچے کے ساتھ بھلائی کی جارہی ہو، آپ کی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی حالت یہ تھی کہ چکی پیستے پیستے ہتھیلیاں گھس گئی تھیں، اور مشک میں پانی بھر کر لانے سے سینے پر نیل کے داغ پڑ گئے تھے، انہوں نے ایک دن آپ ﷺ سے ایک خادمہ کے لیے عرض کیا۔ آپ نے جواب دیا، فاطمہؓ! بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ اے فاطمہؓ! صفہ کے غریبوں کا اب تک کوئی انتظام نہیں ہوا ہے تو تمہاری درخواست کیسے قبول کروں؟

غریبوں کے ساتھ آپ ﷺ کا برتاؤ ایسا ہوتا تھا کہ ان کو اپنی غریبی محسوس نہ ہوتی، ان کی مدد فرماتے، اوران کی دل جوئی کرتے، اکثر دعا مانگتے تھے کہ خداوند مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکین اٹھا اور مسکینوں ہی کے ساتھ میرا حشر کر۔ ایک بار ایک پورا قبیلہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ لوگ اتنے غریب تھے کہ ان میں سے کسی کے بدن پر کوئی ٹھیک کپڑا نہ تھا۔ ننگے بدن، ننگے پاؤں ان کو دیکھ کر آپ ﷺ پر بہت اثر ہوا، پریشانی میں اندر گئے، باہر تشریف لائے، اس کے بعد سب مسلمانوں کو جمع کر کے ان لوگوں کی امداد کے لیے فرمایا، آپ ﷺ مظلوموں کی فریاد سنتے اور انصاف کے ساتھ ان کا حق دلاتے، کمزوروں پر رحم کھاتے، بیکسوں کا سہارا بنتے، مقروضوں کا قرض ادا کرتے، حکم تھا کہ جو مسلمان مر جائے اور اپنے ذمے قرض چھوڑ جائے تو مجھے اطلاع دو، میں ان کو ادا کر دوں گا، اور وہ جو ترکہ چھوڑ جائے وہ وارثوں کا حق ہے، مجھے اُس سے کوئی مطلب نہیں۔

آپ ﷺ بیماروں کو تسلی دیتے، ان کو دیکھنے جاتے، دوست دشمن اور مومن و کافر کی اِس میں کوئی قید نہ تھی، گنہ گاروں کو معاف کر دیتے، دشمنوں کے حق میں دعائے خیر فرماتے، جانی دشمنوں اور قاتلانہ حملہ کرنے والوں تک سے بدلہ نہیں لیا، ایک بار ایک شخص نے آپ ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا، صحابہؓ اُس کو گرفتار کر کے سامنے لائے، وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر ڈر گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ڈرو نہیں اگر تم مجھ کو قتل کرنا چاہتے بھی تو نہیں کر سکتے تھے۔

ہبار بن الاسود جو ایک طرح سے حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا قاتل تھا، فتح مکہ کے موقع پر اس نے چاہا کہ ایران بھاگ جائے لیکن وہ سیدھے حضور ﷺ کے پاس آیا، اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں بھاگ کر ایران جانا چاہتا تھا لیکن آپ ﷺ کا رحم و کرم یاد آیا، اب میں حاضر ہوں، اور میرے جن جرموں کی خبر آپ ﷺ کو ملی ہے وہ درست ہیں۔

حضور ﷺ نے اس کو معاف کر دیا۔

ہمسایوں کی خبر گیری فرماتے، ان کے ہاں تحفے بھیجتے، ان کا حق پورا کرنے کی تاکید فرماتے رہتے، ایک دن صحابہؓ کا مجمع تھا، آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا، خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا، صحابہؓ نے پوچھا کون یا رسول اللہ ﷺ! فرمایا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بچا ہوا نہ ہو، آپ ﷺ اپنے پڑوسیوں کے گھر جا کر ان کے کام کر آتے، پڑوسی کے سوا اور جو بھی آپ ﷺ سے کسی کام کے لیے کہتا اُس کو پورا فرماتے، مدینہ کی لونڈیاں آپ ﷺ کی خدمت میں آتیں اور کہتیں! یا رسول اللہ ﷺ میرا یہ کام ہے آپ ﷺ فوراً اٹھ کھڑے ہوتے اور ان کا کام کر دیتے، بیوہ ہو یا مسکین یا کوئی اور ضرورت مند، سب کی ضرورتوں کو آپ ﷺ پورا فرماتے، اور دوسروں کے کام کرنے میں عار محسوس نہ فرماتے، بچوں سے بڑی محبت فرماتے تھے، ان کو چومتے اور پیار کرتے تھے۔

فصل کا نیا میوہ سب سے کم عمر بچہ جو اس وقت موجود ہوتا اسے دیتے، راستے میں بچے مل جاتے تو خود ان کو سلام فرماتے، اسلام سے پہلے عورتیں ہمیشہ ذلیل رہی ہیں لیکن ہمارے حضور ﷺ نے ان پر بہت احسان فرمایا، ان کے حقوق مقرر فرمائے، اور اپنے برتاؤ سے ظاہر فرما دیا کہ یہ طبقہ حقیر نہیں ہے، بل کہ عزت اور ہمدردی کے لائق ہے، آپ ﷺ کے پاس ہر وقت مردوں کا مجمع رہتا تھا، عورتوں کو آپ ﷺ کی باتیں سننے کا موقع نہ ملتا تھا اِس لیے خود عورتوں کی درخواست پر آپ ﷺ نے ان کے لیے ایک خاص دن ان کے لیے مقرر فرما دیا تھا، عورتیں دلیری اور بے تکلفی سے آپ ﷺ سے مسائل پوچھتیں، لیکن آپ ﷺ ساری دنیا کے لیے رحمت بن کر آئے تھے اس لیے کسی کے ساتھ بھی زیادتی اور ناانصافی کو پسند نہ فرماتے تھے، یہاں تک کہ جانوروں کے ساتھ لوگ جو بے پروائی برتتے تھے وہ بھی آپ ﷺ کو گوارہ نہ تھی اور ان بے

زبانوں پر جو ظلم ہوتا تھا اس کو روک دیا۔

ایک بار ایک صاحب نے ایک پرندے کا انڈا اٹھالیا۔ چڑیا بے قرار ہو کر پَر مار رہی تھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کس نے اِس کا انڈا لیا ہے اور اس کو دکھ پہنچایا ہے؟ اُن صاحب نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں نے یہ کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا۔ وہیں رکھ دو۔

آپ ﷺ کی نظر میں امیر وغریب سب برابر تھے، قبیلۂ مخزوم کی ایک عورت چوری کے جرم میں گرفتار ہوئی، لوگوں نے حضرت اسامہؓ جن کو آپ ﷺ بہت چاہتے تھے، ان سے سفارش کرائی، حضور ﷺ نے سب سے فرمایا کہ تم سے پہلے کی قومیں اِسی لیے برباد ہوگئیں کہ جب کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور معمولی آدمی جرم کرتا تو وہ سزا پاتا، خدا کی قسم! اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ کرتی تو اس کے ہاتھ بھی کاٹے جاتے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے دس برس آپ ﷺ کی خدمت میں گذارے، مگر آپ نے نہ کبھی ڈانٹا، نہ مارا، نہ یہ پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ اور یہ کیوں نہ کیا، آپ ﷺ نے تمام عمر میں کبھی کسی کو نہیں مارا، اور یہ کیا عجیب بات ہے کہ ایک فوج کا جرنیل جس نے مسلسل نو برس لڑائیوں میں گزارے اور جس نے کبھی لڑائی کے میدان سے منہ نہیں موڑا، اس نے دشمن پر کبھی تلوار نہیں اٹھائی اور نہ کبھی اپنے ہاتھ سے کسی پر وار کیا، احد کے میدان میں جب ہر طرف سے آپ ﷺ پر پتھروں، تیروں، اور تلواروں کی بارش ہو رہی تھی، آپ ﷺ اپنی جگہ پر کھڑے تھے، اور جاں نثار کٹ کٹ کر گر رہے تھے، اسی طرح حُنین کی لڑائی میں اکثر مسلمان غازیوں کے پاؤں اکھڑ چکے تھے، حضور ﷺ پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر کھڑے تھے۔ صحابہؓ کہتے ہیں، لڑائی کے اکثر معرکوں میں آپ ﷺ وہاں ہوتے تھے، جہاں بڑے بڑے بہادر کھڑا ہونا اپنی شجاعت کا آخری کارنامہ سمجھتے تھے، مگر ایسے خوف ناک مقاموں میں رہ کر بھی دشمن پر ہاتھ نہیں اٹھاتے

تھے، احد کے دن جب مشرکوں کے حملے میں سرِ مبارک زخمی اور دندانِ مبارک شہید ہوئے، یہ فرماتے تھے "خداوندا! اِنہیں معاف کر کہ یہ نہیں جانتے" سالہا سال کی ناکامی کی تکلیفوں کے بعد کبھی مایوسی نے آپ ﷺ کے دل میں راہ نہ پائی، اور آخر وہ دن بھی آیا کہ جب آپ ﷺ اکیلے سارے عرب پر چھا گئے، مکے کی تکلیفوں سے گھبرا کر ایک صحابیؓ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ہم لوگوں کے لیے کیوں دعا نہیں فرماتے؟ یہ سن کر آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ تم سے پہلے جو لوگ گزرے ان کو آروں سے چیرا گیا، ان کے بدن پر لوہے کی کنگھیاں چلائی گئیں، جس سے گوست و پوست سب کٹ کٹ جاتا، لیکن یہ تکلیفیں بھی ان کو حق سے پھیر نہ سکیں، خدا کی قسم دین اسلام اپنے کمال کے مرتبے پر پہنچ کر رہے گا، یہاں تک کہ صُنعاء (یمن) حضرموت تک ایک سوار اِس طرح بے خطر چلا جائے گا کہ اس کو خدا کے سوا کسی اور کا ڈر نہ ہوگا۔

آپ ﷺ کا وہ عزم اور اِستقلال یاد ہوگا جب آپ ﷺ نے اپنے چچا کو یہ جواب دیا تھا کہ چچا جان! اگر قریش میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں تب بھی میں حق کے اعلان سے باز نہ رہوں گا۔

ایک بار دوپہر کو ایک لڑائی میں آپ ﷺ درخت کے نیچے اکیلے آرام فرما رہے تھے، ایک عرب آیا اور تلوار کھینچ کر بولا! بتا اے محمد! اب تجھ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ اطمینان اور تسلی سے بھری ہوئی آواز میں جواب دیا "اللہ"۔ وہ یہ جواب سن کر کانپ گیا اور تلوار نیام میں کر لی۔

لڑائیوں کے مالِ غنیمت اور خیبر وغیرہ کی زمینوں کی پیداوار کا حال سن کر کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ اب اسلام کی عزت کا زمانہ ختم ہو گیا، اور پیغمبرِ اسلام ﷺ بڑے آرام اور تزک واحتشام (شان وشوکت) سے زندگی بسر کرنے لگے، ازواجِ مطہراتؓ اور اہلِ بیتؓ کے گھروں میں

جو کچھ آتا وہ دوسرے ضرورت مندوں اور محتاجوں کی نذر ہو جاتا تھا، اور خود آپ ﷺ کی اور آپ کے اہلِ بیتؓ کی زندگیاں اِسی تنگی اور غربت سے بسر ہوتی تھیں۔ خود فرماتے تھے کہ آدم کے بیٹے کے لیے ستر چھپانے کو ایک کپڑا اور پیٹ بھرنے کو روکھی سوکھی روٹی اور پانی کافی ہے، اور اسی پر آپ کا عمل تھا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ کا کپڑا کبھی تہ کر کے رکھا نہیں جاتا تھا، یعنی ایک ہی جوڑا کپڑا ہوتا تھا دوسرا نہیں ہوتا جو تہ کر کے رکھا جاتا۔

حضرت ﷺ کے گھروں میں اکثر فاقہ رہتا تھا اور کئی کئی دنوں تک رات کو کھانا نہیں ملتا تھا دو دو مہینوں تک لگاتار گھروں میں چولہا جلنے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ چند کھجوروں پر گزارا ہوتا تھا، کبھی کوئی پڑوسی بکری کا دودھ بھیج دیتا تو وہی پی لیتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ نے (مدینہ کے زمانۂ قیام میں) کبھی دو وقت سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے، ایک بھوکا آپ ﷺ کی خدمت میں آیا، آپ نے ازواجِ مطہراتؓ میں سے کسی کے ہاں کہلا بھیجا جواب آیا کہ گھر میں پانی کے سوا کچھ نہیں آپ ﷺ نے دوسرے گھر میں آدمی بھیجا وہاں سے بھی یہی جواب آیا، غرض آٹھ نو گھروں میں سے پانی کے سوا کھانے کی کوئی چیز نہیں نکلی۔

ایک دن آپ ﷺ بھوک میں ٹھیک دوپہر کو گھر سے نکلے، راستے میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ملے، یہ دونوں بھی بھوکے تھے، آپ ﷺ ان کو لے کر حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر آئے، ان کو خبر ہوئی تو دوڑے آئے اور باغ سے جا کر کھجوروں کا ایک خوشہ توڑ لائے اور سامنے رکھ دیا، اس کے بعد ایک بکری ذبح کی اور کھانا تیار کیا اور سامنے لا کر رکھا، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا کہ یہ فاطمہؓ کے یہاں بھیجواؤ اس کو کئی دن سے کھانا نصیب نہیں ہوا ہے۔

آں حضرت ﷺ نے جب وفات پائی ہے تو حالت یہ تھی کہ آپ ﷺ کی زرہ (لوہے کی جیکٹ) تین سیر جو پر ایک یہودی کے پاس گروی تھی، جن کپڑوں میں وفات ہوئی ان میں اوپر سے پیوند لگے ہوئے تھے۔

حضرت فاطمہ زہراؓ سے آپ ﷺ کو بڑی محبت تھی مگر یہ محبت سونے چاندی کے زیوروں اور اینٹ چونے کے مکانوں میں کبھی ظاہر نہیں ہوئی۔ بی بی فاطمہؓ اپنے ہاتھوں سے کام کرتیں مشک بھر کر پانی لاتی، آٹا گوندھتی اور اگر کبھی باپ سے کسی غلام یا لونڈی کی فرمائش کرتیں تو فرماتے کہ بیٹی یہ تسبیح پڑھ لیا کرو۔ کبھی کسی کا احسان لینا گوارہ نہ فرماتے، حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت کے وقت سواری کے لیے اونٹ پیش کیا تو آپ نے اس کی قیمت ادا فرما دی جن لوگوں سے تحفے قبول فرماتے تھے، ان کو اس کا بدلہ ضرور دیتے تھے ایک مرتبہ ایک شخص نے ہدیہ میں ایک اونٹنی پیش کی، آپ ﷺ نے اس کا بدلہ دیا تو اس کو برا معلوم ہوا آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ تم لوگ مجھے ہدیہ دیتے ہو اور میں امکان بھر اس کا بدلہ دیتا ہوں تو ناراض ہوتے ہو۔

آپ ﷺ لین دین کے معاملات میں بہت صاف تھے، فرمایا کرتے کہ سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض کو اچھی طرح سے ادا کرتے ہیں۔ ایک دفعہ کسی سے آپ ﷺ نے اونٹ قرض لیا جب واپس کیا تو اس سے بہتر اونٹ واپس کیا۔ ایک بار کسی سے ایک پیالہ عاریت (چندروز کے لیے مانگی ہوئی چیز) لیا، اتفاق سے وہ گم ہو گیا تو آپ نے اس کا تاوان (جرمانہ) ادا فرمایا، جو وعدہ فرماتے اس کو پورا کرتے، کبھی بدعہدی نہیں فرمائی، صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مکہ سے جو مسلمان ہو کر مدینہ جائے گا، وہ مکہ والوں کے مطالبے پر واپس کر دیا جائے گا، چناں چہ ایک صاحب ابوجندلؓ مکہ سے بھاگ کر آئے اور فریاد کی، سب مسلمان یہ دیکھ کر تڑپ گئے لیکن آپ ﷺ نے صاف فرما دیا کہ اے ابوجندل صبر کرو، میں بدعہدی نہیں کروں گا،

اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کوئی راستہ نکالے گا۔

سچائی آپ ﷺ کی ایک ایسی صفت تھی کہ دشمن بھی اس کو مانتے تھے، ابو جہل کہا کرتا تھا کہ محمد ﷺ میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا البتہ تم جو کچھ کہتے ہو اس کو صحیح نہیں سمجھتا۔ آپ ﷺ شرمیلے بہت تھے، کبھی کسی کے ساتھ بدزبانی نہیں کی، بازاروں میں جاتے تو چپ چاپ گزر جاتے، بھری محفل میں کوئی بات ناگوار ہوتی تو لحاظ سے زبان سے کچھ نہ کہتے لیکن چہرۂ مبارک سے معلوم ہو جاتا، آپ ﷺ کی طبیعت میں بہت استقلال (مستقل مزاجی) تھا جس چیز کا پکا ارادہ ہو جاتا پھر اس کو پورا ہی فرماتے، غزوۂ احد میں صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ سب نے حملے کی رائے دی لیکن جب آپ ﷺ زرہ پہن کر تشریف لائے تو رک جانے کا مشورہ دیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا پیغمبر زرہ پہن کر اتار نہیں سکتا، آپ ﷺ کی بہادری بے مثال تھی، ایک بار مدینہ میں شور ہوا کہ دشمن آ گئے لوگ مقابلے کے لیے تیار ہوئے لیکن سب سے پہلے حضور ﷺ نکل پڑے اور گھوڑے پر زین کے بغیر گشت لگا آئے اور واپس آ کر لوگوں کو تسکین دی کہ کوئی خطرے کی بات نہیں ہے مزاج مبارک میں سادگی بہت تھی، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، اٹھنے بیٹھنے، کسی چیز میں تکلف پسند نہ تھا، جو سامنے آ جاتا وہ کھا لیتے۔ پہننے کے لیے موٹا چھوٹا جو مل جاتا اس کو پہن لیتے، زمین پر چٹائی پر، فرش پر جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے خدا کی نعمتوں سے جائز طور پر فائدہ اٹھانے کی اجازت آپ ﷺ نے ضرور دی لیکن تن پروری اور عیش نہ اپنے لیے پسند فرمایا نہ عام مسلمانوں کے لیے۔ ایک بار حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے، دیکھا کہ گھر میں چھت گیر (وہ کپڑا جو چھت کے نیچے لگاتے ہیں تاکہ دُھول نہ گرے) لگی ہوئی ہے، اسی وقت پھاڑ ڈالی اور فرمایا کہ خدا نے ہم کو دولت اس لیے نہیں دی ہے کہ اینٹ پتھر کو کپڑے پہنائے جائیں۔ ایک بار حضرت فاطمہؓ کے گلے میں سونے کا ہار دیکھا تو فرمایا کہ تم کو برا نہ معلوم ہو گا جب لوگ کہیں گے

کہ پیغمبر کی لڑکی کے گلے میں آگ کا ہار ہے۔

دنیا سے بے رغبتی کے باوجود آپ خشک مزاجی اور روکھا پن پسند نہ تھا، کبھی کبھی دل چسپی کی باتیں فرماتے۔ ایک بار ایک بڑھیا آپ کے پاس آئی اور جنت کے لیے دعا کی خواہش کی، آپانے فرمایا کہ بڑھیا جنت میں نہ جائیں گی اس کو بہت رنج ہوا، روتی ہوئی واپس چلی، آپ نے لوگوں سے کہا کہ اس سے کہہ دو کہ بڑھیا جنت میں نہ جائیں گی، مگر جوان ہو کر جائیں گی۔ بعض لوگ رات دن نماز روزے میں مشغول رہنا چاہتے تھے اس کی وجہ سے بیوی بچوں نیز اپنے جسم کے حق کو پورا نہ ہونے کا اندیشہ تھا اس لیے حضور ﷺ اس کو روکتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق خبر ہوئی کہ انھوں نے ہمیشہ دن میں روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے کا عہد کیا ہے، آپ نے ان کو بلا بھیجا اور پوچھا کہ کیا یہ خبر صحیح ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔

فرمایا کہ تم پر تمہارے جسم کا حق ہے، آنکھ کا حق ہے، بیوی کا حق ہے۔ آپ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کسی کے گھر جاتے تو دروازے کے دائیں یا بائیں کھڑے ہوتے اور اس سے اجازت مانگتے، سامنے اس لیے نہ کھڑے ہوتے کہ نظر گھر کے اندر نہ پڑے۔

صفائی کا خاص خیال رہتا، ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے دیکھا تو فرمایا کہ اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھولیا کرے، گفتگو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے تھے۔ ایک ایک فقرہ الگ ہوتا کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے، ہنسی آتی تو مسکرا دیتے، آپ ہر لحظہ اور ہر لمحہ خدا کی یاد میں لگے رہتے، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے عرض ہر وقت اسی کی خوشی کی تلاش رہتی اور ہر حالت میں دل اور زبان سے اللہ کی یاد جاری رہتی۔ صحابہؓ کی محفلوں میں یا بیویوں کے حجروں میں ہوتے اور یکا یک اذان کی آواز آتی، آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوتے، رات کا بڑا حصہ خدا کی یاد میں بسر ہوتا کبھی پوری پوری رات نماز میں کھڑے رہتے اور بڑی بڑی سورتیں پڑھتے، آپ اللہ تعالیٰ کے

بڑے پیارے پیغمبر تھے پھر بھی فرمایا کرتے کہ مجھ کو کچھ نہیں معلوم کہ میرے اوپر کیا گزرے گی؟ ایک مرتبہ بڑے پُر اثر الفاظ میں فرمایا:

اے قریشیو! آپ اپنی خبرلو، میں تم کو خدا سے نہیں بچا سکتا، اے عبد مناف! میں تم کو خدا سے نہیں بچا سکتا، اے عباس بن عبدالمطلب! میں تم کو خدا سے نہیں بچا سکتا، اے صفیہ رسولِ خدا کی پھوپھی! میں تم کو خدا سے نہیں بچا سکتا، اے محمد کی بیٹی فاطمہؓ! میں تم کو خدا سے نہیں بچا سکتا۔

ایک صحابیؓ کا بیان ہے کہ میں ایک بار حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا تو آپ نماز پڑھ رہے ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، روتے روتے اس قدر ہچکیاں بندھ گئی تھیں کہ معلوم ہورہا تھا کہ چکی چل رہی ہے یا ہانڈی ابل رہی ہے۔ ایک بار آپ ﷺ ایک جنازہ میں شریک تھے، قبر کھودی جارہی تھی آپ ﷺ قبر کے کنارہ بیٹھ گئے اور یہ منظر دیکھ کر رونے لگے یہاں تک کہ زمین تر ہوگئی، پھر فرمایا بھائیو! اِس دن کے لیے سامان کر رکھو۔

اوپر کے صفحوں میں حضور ﷺ کے مبارک حالات اور آپ ﷺ کے اچھے اخلاق اور عادات پڑھ چکے، اب اس کی کوشش ہونا چاہیے کہ حضور ﷺ کی زندگی کی ہم پیروی اور آپ کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کریں کہ خدا کی خوشی حاصل کرنے کا یہی ذریعہ ہے اور دین ودنیا کی بادشاہت کی صرف یہی ایک کنجی ہے۔ (رحمتِ عالم ﷺ)